وَاللّٰهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۰۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

ملفوظاتؒ

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِo (البقرہ:۱۰۵)

ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خاص کرلیتا ہے جس کو چاہتا ہے اوراللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

ملفوظات

Words about The Holy Qur'an

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

☆ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

باسمہٖ تعالیٰ

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نامِ کتاب	:	**ملفوظات**
نام مؤلف	:	ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب
سنِ اشاعت	:	۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰۲۰ء
طباعت	:	
کمپوزنگ	:	محمد انس شیخ
		8147837988
بار اوّل	:	1000 عدد
ناشر اور ملنے کا پتہ	:	خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی،
		جامع مسجد روڈ، وجئے پور۔ کرناٹک۔
		فون نمبر: 7019429104

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے چند باکمال مریدین جو دوسرے مشائخ کے مجاز بنے۔

۱) الحاج محی الدین منیری بھٹکل

خلیفہ حضرت شاہ محمد موسیٰ مہاجر مدنی خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

۲) موسیٰ مولانا معین اللہ ندوی اندوری

خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری

۳) مولانا واضح رشید ندوی

خلیفہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

۴) مولانا سید حمزہ حسنی ندوی خلیفہ حضرت صوفی محمد انعام لکھنوی و

خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ

۵) حضرت مولانا سلمان حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۶) حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۷) ڈاکٹر سید محمود قادری بیجاپوری

خلیفہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہ العالی

رقم کردہ

محمود حسن حسنی ندوی۔ ۱۰ شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ۔ بمقام: مکان ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب، بیجاپور۔

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ حال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر سے جو مجالس ’’خانقاہِ قادریہ‘‘ میں ہوئیں ان کا موضوع ’’قرآنِ مجید‘‘ تھا۔ چونکہ رمضان نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، روزانہ تراویح میں قرآنِ مجید پڑھا اور سنا جاتا ہے اور ہمارے اکثر بھائیوں کو اس مہینہ میں تلاوتِ قرآن کی توفیق ہوتی ہے لہٰذا یہ مناسب معلوم ہوا کہ قرآن کے تعلق سے اہم معلومات حاضرین کے گوش گزار کی جائیں۔

گذشتہ چالیس سال سے یہ ناچیز جامع مسجد میں روزانہ مغرب کی نماز کے بعد مشکوٰۃ کی احادیث کا درس دے رہا ہے۔ حدیث کی کتاب مشکوٰۃ میں قرآن کے تعلق سے تین مقامات پر احادیث آئی ہیں (۱) کتاب العلم (۲) باب اعتصام بالکتاب والسنہ اور (۳) کتاب فضائل القرآن۔ ان احادیث کا ترجمہ اور تشریح سناتے ہوئے ناچیز نے جو باتیں پیش کی تھیں حاضرین کا اصرار ہوا کہ وہ بہت اہم اور قیمتی معلومات ہیں، انہیں کتابی شکل میں پیش کیا جائے۔

اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ اس ناچیز نے قرآنی آیات اور احادیثِ

نبوی ﷺ کا خود ترجمہ کرنے کے بجائے مستند تراجم سے نقل کر دیا ہے۔ لفظی ترجمہ کے بجائے مطلب خیز ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ اکثر سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کی تفسیر ''کشف الرحمٰن'' اور حضرت تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' سے اور احادیثِ نبوی کا ترجمہ اور تشریح شرح مشکوٰۃ ''مظاہرِ حق'' اور ''توضیحات'' سے لیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر مشکل الفاظ کے بدلے سہل اور مستعمل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ قارئین کے ذہن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بیانات کو تحریری شکل دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بیانات کو ناچیز کے لئے اجرِ آخرت کا ذریعہ اور قارئین کے لئے معرفتِ دین کا ذریعہ بنائے۔ نیز باری تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ دیگر بیانات کو بھی کتابی شکل میں پیش کرنے کی سہولتیں فراہم کرے۔ آمین ثم آمین۔

اعتذار:

کوئی بھی انسانی کام نقص سے خالی نہیں ہوتا۔ باوجود تصحیح کے ناچیز کی تالیفات میں پرنٹنگ کی غلطیاں پائی جاتی ہیں جس کے لئے تاسُّف ہے اور معذرت خواہ ہوں۔ دونوں آنکھوں کے آپریشن کے باوجود بینائی کی کمزوری باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین سے دعا کی اور درگذر کی گزارش ہے۔

اکثر ملفوظات تو قرآنِ کریم کے متعلق ہیں مگر حاضرین کی ضرورت کے لحاظ سے کچھ دوسرے موضوعات پر بھی اظہارِ خیال کرنا پڑا، وہ بھی اس میں شامل ہیں۔

الحمدللہ کہ ان کو تحریری شکل میں پیش کرنے کی سعادت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور قارئین کو اس سے نفع پہنچائے۔ آمین۔

الفقیر الی اللہ

ڈاکٹر سید محمود قادری

باسمہٖ تعالیٰ

پیشِ گفتار

از: جناب محمد اقبال انعمدار صاحب

(وظیفہ یاب وائس پرنسپل انجمن جونئیر کالج بیجاپور)

رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ، خانقاہِ قادریہ میں عصر تا مغرب ڈاکٹر صاحب کی جو مجالس ہوئیں ان کا موضوع قرآنِ کریم تھا۔ ان مجالس میں آپ نے قرآن کے تعلق سے جو احادیث مشکوٰۃ شریف کے تین ابواب میں آئی ہیں سنا کر تشریحات بیان کیں۔ جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائی تھیں وہ قرآن کو صحیح سمجھنے اور لائحۂ عمل بنانے کے لئے اہم باتیں تھیں۔ سامعین کا اصرار ہوا کہ ان کو قلمبند کر کے شائع کیا جائے۔ چنانچہ ہم سب کی گزارش پر ڈاکٹر صاحب نے ان ملفوظات کو جو یاداشت سے زبانی سنائی گئی تھیں، زحمت گوارا کر کے کئی کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ قارئین کے لئے فہمِ قرآن کی راہ کھلے گی اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا۔

اس کتاب سے اس بات کا بھی اندازہ ہوگا ڈاکٹر صاحب کو اس موضوع پر کتنی دست گاہ حاصل ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ وہ اپنے طالبِ علمی کے زمانہ سے ہی

درسِ قرآن دیتے آرہے ہیں۔ یہاں پر گذشتہ پچاس سال سے آپ کے درسِ قرآن کا سلسلہ چل رہا ہے۔ حاملینِ قرآن کے تعلق سے جو صفات آئے ہیں بحمداللہ وہ سب آپ میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور بے انتہاء عنایت کی وجہ بھی آپ کا قرآنِ کریم سے خصوصی تعلق ہے، جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کتاب کی تصحیح فرماتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد ارشد صاحب دامت برکاتہم (سابق ناظم فلاح دارین، ترکیسر) نے اس بات کا مشورہ اور تاکید کی ہے کہ مکمل حوالہ جات دیئے جائیں۔ عوام کے لئے مکمل حوالہ جات کی ضرورت تو نہیں ہوتی اور جو حوالہ جات کتاب میں دیئے گئے وہ صاحبِ علم حضرات کے لئے کافی ہیں۔

ترجمۂ قرآن اور احادیث جن کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے اس کا ذکر بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے۔ چونکہ یہ کتابیں قدیم اردو کی آئینہ دار ہیں لہٰذا بعض مقامات پر سہل اور مستعمل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے ملاحظات کے مطابق ہم نے حتی الامکان تصحیح کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔

کتاب کا نام ''**ملفوظات**'' تجویز کیا گیا ہے۔ میری دانست میں فہمِ قرآن کی کلید (Key to understand the Quran) ہوتا تو مناسب تھا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی کتاب سے صحیح تعلق پیدا کرنے، اس کے مطابق اپنی زندگیاں بنانے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

باسمہٖ تعالیٰ

تمہید

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o (البقرہ۔۱۸۵)

ترجمہ: ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ قرآن کا وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے راہنما ہے اور ہدایت کے صاف وواضح اورحق سے باطل کو جدا کرنے والے دلائل کا مجموعہ ہے سو جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو اس کو چاہئیے کہ اس ماہ کے روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کے ذمہ اور دوسرے دنوں سے گنتی کا پورا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے لئے آسانی منظور ہے اور اس کو تمہارے لئے دشواری منظور نہیں۔ یہ رعایت کے احکام اس لئے دیئے گئے ہیں تا کہ تم گنتی پورا کرلیا کرو اور تا کہ تم اس احسان پر کہ اللہ نے تم کو صحیح طریقہ بتایا اس کی بزرگی بیان کیا کرو اور تا کہ تم شکر بجالاؤ۔ (کشف الرحمٰن۔ جلد اول)

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ o وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ o لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ

اَلْفِ شَهْرٍo تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍo سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِo (القدر)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔آپ کو کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اس رات فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ یہ رات سراپا سلامتی (خیر و برکت والی) ہے فجر ہونے تک۔ (کشف الرحمٰن۔جلد دوم)

رمضان المبارک کے اکثر دروس انہی آیتوں کی تلاوت سے شروع کئے گئے تھے۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱) قرآن کا نزول

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۵، اور سورۂ قدر جس کا ترجمہ آپ سن چکے ہیں اس سے یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ قرآنِ مجید رمضان المبارک کے مہینہ میں اور شبِ قدر میں نازل کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم اللہ کا کلام اور اللہ کی کتاب ہے۔ قرآنِ مجید جو لوحِ محفوظ پر تھا شبِ قدر میں آسمانِ دنیا کے بیت العزت پر پورا نازل کیا گیا پھر اللہ کے رسول ﷺ پر شبِ قدر ہی میں جبرئیلؑ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں لے کر اترے، جب کہ اللہ کے رسول ﷺ غارِ حرا میں معتکف تھے۔ آپ ﷺ سے فرمایا اقرأ (پڑھو) آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیلؑ نے زور سے آپ ﷺ کو بھینچا اور چھوڑ دیا، دوبارہ کہا اقرأ آپ ﷺ نے وہی فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر اسی طرح تیسری مرتبہ بھی آپ کو بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ہ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ہ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ہ (العلق ۔۱-۵)

ترجمہ: (اے رسول ﷺ) اپنے رب کے نام سے (قرآن) پڑھیئے جس نے (ساری کائنات کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیئے آپ کا رب بڑا اکرم کرنے والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی۔ انسان کو

ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

قرآن اللہ کی کتاب ہے تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ لکھی لکھائی کتاب آپ پر نازل ہوئی ہوگی، ایسا نہیں ہے بلکہ جبرئیلؑ قرآن کی آیات لے کر آتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کو پڑھا کر جاتے تھے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کو یاد ہو جاتی تھیں۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ o عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ o (الشعراء۔۱۹۲-۱۹۵)

ترجمہ: اور بلاشبہ یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔اس کو آپ کے قلب پر ایک امانت دار فرشتہ لے کر نازل ہوا تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔

سورۂ علق کے شروع کی پانچ آیات پہلی وحی تھی جس کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔جس کو ''فَتْرَتِ وَحِی'' کا زمانہ کہتے ہیں۔اس کے بعد مسلسل وحی نازل ہوتی رہی۔جو بھی آیات نازل ہوتیں وہ آپ کو یاد ہو جاتی تھیں اور آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو سنا دیتے تھے اور وہ بھی یاد کر لیتے تھے۔قرآنِ کریم کو حفظ کرانے کے علاوہ آپ ﷺ نے لکھوانے کا اہتمام بھی فرمایا۔زید بن ثابتؓ آپ کے پڑوس میں رہتے تھے، جوں ہی وحی نازل ہوتی آپ ان کو بلا کر لکھوا دیتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ تیرہ (۱۳) سال مکہ میں دین کی دعوت دیتے رہے پھر جب

مخالفین کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ دس سال مدینہ میں رہے۔ جو آیات ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو آیات ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔

قرآنِ مجید ہی نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابیں رمضان المبارک میں نازل ہوئیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے یکم رمضان کو، تورات (جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی) چھ (۶) رمضان کو، زبور (جو حضرت داوٗدؑ پر نازل ہوئی بارہ (۱۲) رمضان کو، انجیل (جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی وہ اٹھارہ (۱۸) رمضان کو نازل کی گئیں۔ بجز قرآن کے تمام آسمانی کتابیں لکھے ہوئے صحیفوں کی شکل میں نازل کی گئیں۔

چونکہ اللہ کے رسول ﷺ اُمی تھے یعنی آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، اس لئے لکھی ہوئی کتاب آپ پر نازل نہیں کی گئی بلکہ آپ کے قلب کو وحی کا مہبط (وحی نازل ہونے کا مقام) بنایا گیا۔ جبرئیلؑ جب قرآن پڑھاتے تو آپ ﷺ جلدی پڑھنے کی کوشش کرتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ ہم آپ کو اس طرح پڑھائیں گے کہ آپ نہیں بھولیں گے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (القیمہ۔۱۶-۱۹)

ترجمہ: قرآن کو جلدی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے۔ اس کا (آپ کے دل میں) جمع کر دینا اور (آپ سے) پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

پس جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ توجہ کے ساتھ اس قرأت کے تابع رہئیے پھر اس کے مطالب کو واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

قرآن، آیات اور سورتوں کی شکل میں تیئیس (۲۳) سال کی مدت میں نازل کیا گیا، اس کی حکمت اللہ تعالیٰ خود بیان فرماتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ (الفرقان۔۳۲،۳۳)

ترجمہ: اور کافریوں کہتے ہیں کہ ان پر پورا قرآن ایک دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ اس طرح آہستہ اس لئے نازل کیا گیا تا کہ ہم قرآن کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے قرآن کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب اور انوکھا سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم اس کا ٹھیک اور خوب مشرح جواب آپ کو عنایت کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کو پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲) جمع اور تدوینِ قرآن

اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرامؓ نے قرآن حفظ کرلیا تھا۔ چونکہ عرب قوم حافظہ میں بے نظیر ہے۔ انہیں اپنے خاندان ہی کے شجرے کئی پشتوں نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کے شجرے تک بھی زبانی یاد رہتے تھے۔ لکھنے کو وہ ایک طرح کا عیب سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود بھی کچھ لوگوں نے اپنے طور پر قرآنِ کریم کی کچھ سورتیں اور آیات لکھ کر رکھی تھیں۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں مسیلمہ کذاب یمامہ میں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اس کے ساتھ ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں اسے بری طرح شکست ہوگئی لیکن بارہ سو قرآن کے حفاظ اس معرکہ میں شہید ہوگئے۔ حضرت عمرؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ مختلف معرکوں میں اس طرح اگر حفاظِ قرآن شہید ہوجائیں تو کہیں ان کے چلے جانے سے قرآن ناپید نہ ہوجائے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے یہ بات رکھی کہ اب قرآنِ عظیم کو ایک جگہ ایک مصحف میں جمع کرنا چاہیئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم اس کو کس طرح کروگے جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کام میں بہتری اور بھلائی ہے۔ حضرت عمرؓ برابر اس مسئلہ کی اہمیت بتا کر اصرار کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سینہ اس

کام کے لئے کھول دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کے کاتب حضرت زید بن ثابتؓ کو بلا کر کہا کہ تم ایک سمجھدار نوجوان ہو، تمہاری نیک بختی اور سعادت کی وجہ سے قرآن کو جمع کرنے میں تم پر کوئی اتہام نہیں لگا سکتا کیونکہ تم رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں وحی لکھا کرتے تھے لہٰذا تم قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرو۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر پہاڑوں کو اٹھا کر منتقل کرنے کا کام میرے ذمہ دیا جاتا تو میرے لئے قرآن کو جمع کرنے سے آسان تھا۔ ایسی سخت اور بھاری خدمت میرے ذمہ دی گئی۔ حضرت زیدؓ نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہی سوال کیا کہ ''کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول اللّٰہ ﷺ'' (تم وہ کام کیسے کرتے ہو جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا؟) تو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت زیدؓ سے برابر گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول دیا۔

اِحداث فی الدین اور اِحداث لِلدین (دین میں نیا کام نکالنا اور دین کے لئے نیا کام نکالنا):

احادیث میں جس بات سے ممانعت ہے وہ احداث فی الدین یعنی دین کے اندر کوئی نیا کام ایجاد کرنے سے ہے۔ یہ فرق ہمارے ذہن میں موجود رہنا چاہئیے کہ دین میں کوئی نیا کام کرنا ممنوع اور حرام ہے اور دین کے لئے کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا ممنوع نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو یہی

خدشہ ہوا کہ ہم وہ کام کیسے کریں جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ کی گفتگو نے ان کے اس خدشہ کو دور کیا کہ یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے اور دین کی حفاظت کے لئے نہایت ضروری کام ہے۔ حضرت زیدؓ نے مختلف مواضع سے لکھا ہوا قرآن (جو پتھروں ،لکڑیوں، کھجوروں کے درختوں کی چھالوں اور ہڈیوں پر لکھا ہوا تھا اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا سب کو) جمع کر کے ایک مصحف میں اکٹھا کیا۔ تمام صحابہ میں اعلان کیا گیا کہ جن کے پاس قرآن لکھا ہوا موجود ہے اسے یہاں لا کر حاضر کریں۔ حضرت زیدؓ کے پاس اگر کوئی صحابیؓ قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت لاتا تو اس کی تصدیق اپنی یادداشت سے کرتے پھر حضرت عمرؓ بھی حافظ تھے ان سے بھی تصدیق کرا لیتے۔ کوئی لکھی ہوئی سورۃ یا آیت اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی تھی جب تک کہ کوئی دو (۲) قابلِ اعتماد گواہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔ اس کے بعد آیات کا ان مجموعوں سے مقابلہ کیا جاتا جو مختلف صحابہ نے تیار کر رکھے تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے زبردست احتیاط کے ساتھ قرآن کو کاغذ کے صحیفوں میں جمع کیا۔

جمعِ حضرت عثمانؓ:

حضرت حذیفہؓ، حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ امیر المومنین، اس امت کے بارے میں تدارک کی کوئی راہ نکالئے قبل اس کے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کلام اللہ میں کوئی اختلاف کرنے لگے۔ قرآن کو سات (۷)

لغتوں میں پڑھنے کی جو اجازت تھی اور صحابہ کرامؓ الگ الگ لغتوں میں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے مختلف ممالک میں مختلف لغتیں پھیل گئیں۔ جس آدمی کی قرأت دوسرے پڑھنے والے سے موافقت نہ کرتی تو وہ جھگڑنے لگتا۔ حضرت حذیفہؓ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت عثمانؓ سے تدارک کی گزارش کی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے وہ مصحف منگوایا جو حضرت عمرؓ نے ان کے پاس چھوڑا تھا اور چار صحابہ کرامؓ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن ہشامؓ کو اس پر مامور کیا کہ قرآنِ عظیم کو قریش کی لغت پر لکھیں۔ چونکہ قرآن قریش کی لغت میں اترا تھا، اس لئے اس کو ایک ہی لغت میں لکھنے کا حکم فرمایا اور اس کے نو (۹) نسخے بنا کر مختلف ممالک مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ اور ایک نسخہ مدینہ میں رکھا گیا اور ایک خاص نسخہ اپنی تلاوت کے لئے رکھ لیا، اسی نسخہ کو ''امام'' کہتے ہیں۔ ان نو (۹) مصاحف کے علاوہ تمام کاپیاں جلا دی گئیں۔

بہر حال قرآنِ کریم کے جمع کرنے کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ سب سے پہلے وحی آنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کے حکم پر قرآن پتھروں، چمڑے کے ٹکڑوں اور پتّوں پر لکھ کر جمع کیا گیا، پھر حضرت عمر فاروقؓ کے شدید اصرار پر صدیقِ اکبرؓ کے دور میں کاغذوں میں ایک جلد میں جمع کیا گیا، پھر حضرت عثمانؓ نے ان صحیفوں کو لے کر تمام لغات کو ختم کر کے قریش کی ایک لغت پر جمع کیا۔ نزولی

(قرآن کے نازل ہونے کی) ترتیب الگ تھی اور مصحف میں جو ترتیب ہے وہ الگ ہے۔سورتوں اور آیات کی ترتیب اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ہے جو توقیفی ہے۔ پھر حجاج بن یوسف نے علماء اور حفاظ کے ذریعہ قرآن میں پارے، رکوعات اور آیات کی ترتیب قائم کی جو آج تک اسی حالت میں ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جو نسخہ تیار کیا اسے امت کی اجماعی تصدیق حاصل ہے، تمام صحابہؓ نے اس کام میں ان کی تائید وحمایت فرمائی۔ قرآن کے نسخے پر سب سے پہلے نقطے اور اعراب حضرت علیؓ کے حکم سے حضرت ابوالاسود دولیؒ نے لگائے۔ عرب کے لوگ بغیر اعراب اور نقطے کے پڑھ لیا کرتے تھے۔ عجمیوں کے لئے ایسا ممکن نہیں تھا حضرت علیؓ نے دیکھا کہ ایک شخص سورۂ توبہ کی آیت وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ (حجِ اکبر کی تاریخوں میں اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے سب لوگوں کے روبرو یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی) کو رَسُوْلِهٖ پڑھ رہا تھا جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ، مشرکین سے اور اپنے رسول سے بری الذمہ ہے۔ تو حضرت علیؓ کو اس کی فکر لاحق ہوگئی چنانچہ انہوں نے ابوالاسود دُوَلیؒ کو بلا کر قرآن میں نقطے اور اعراب لگانے کا حکم دیا۔ قرآن کا اکثر حصہ گفتگو کے انداز میں ہے اس لئے کہاں وقف کرنا اور کہاں کلام کو جاری رکھنا یہ بھی ایک مسئلہ تھا تاکہ معنوں میں فرق نہ ہو۔ سب سے پہلے علامہ ابوعبداللہ محمد بن طیفور سجاوندیؒ نے ''رموزِ اوقاف'' (ط، ج،

ص، م، لا، مع، سکتہ، وقفہ، ق، قف، صلے، صل)وضع کئے۔ان کی تفصیل قرآنِ مجید میں دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳) قرآن کو صحیح (تجوید سے) پڑھنا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (البقرہ۔۱۲۱)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جیسا پڑھنے کا حق ہے۔ وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی منکر ہوگا وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَآءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَافْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عبیدہ ملیکیؓ جنہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل تھی سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ قرآن! قرآن کو تکیہ مت بناؤ اور قرآن کو پڑھو دن اور رات کے اوقات میں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے اور قرآن کو ظاہر کرو اور اسے خوش آوازی سے پڑھو اور جو کچھ اس میں ہے اس پر تدبر

کرواوراس کا ثواب دنیا میں حاصل کرنے کی کوشش مت کرو کیونکہ اس کا بہت بڑا ثواب آخرت میں ملنے والا ہے۔

اس حدیث میں قرآن کے حقوق جو بیان کئے گئے ہیں:

۱) تلاوت کرنا جیسا تلاوت کرنے کا حق ہے؛

حقِ تلاوت یہ ہے کہ:

(ا) لفظوں کو صحیح پڑھنا (ب) معنوں کو سمجھنا (ج) معنوں کا مطلب سمجھنا اور (د) اس کے موافق عمل کرنا۔

۲) قرآن کو ظاہر کرنے کا مطلب قرآن کو عام کرنا ہے یعنی درس وتدریس کے ذریعہ، مکاتب ومدارس کے ذریعہ، ناظرہ، ترجمہ اور حفظ وتجوید کا انتظام کرنا ہے۔

۳) خوش آوازی سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جس کو تم پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔

۴) تدبر کرنے کا مطلب قرآن کی آیات میں غور وفکر کرنا ہے۔

قرآن کے الفاظ کو صحیح پڑھنے کا علم ''تجوید'' کہلاتا ہے۔ تجوید میں قرآن کے حروف کے مخارج اوران کی صفات سے بحث کی جاتی ہے۔ قرآن وحدیث اوراجماعِ امت کی رو سے تجوید کا حاصل کرنا اوراس کے مطابق قرآن کی تلاوت کرنا واجب اورضروری ہے، اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سورۂ مزمل میں ارشادِ باری ہے: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (اورقرآن کوخوب ٹھہر ٹھہر کراطمینان کے

ساتھ پڑھو) یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔ چنانچہ ''تفسیرِ بیضاوی'' میں **وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا** کی تفسیر **جَوِّدِ الْقُرْاٰنَ تَجْوِیْدًا** (قرآن کو خوب تجوید سے پڑھا کرو) سے کی گئی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر یہ منقول ہے **اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ** (الاتقان) {ترتیل نام ہے حروف کو تجوید کے ساتھ ادا کرنے اور وقف کا محل اور اس کا طریقہ پہچاننے کا}۔ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ اَنْ یُّقْرَاَ الْقُرْاٰنُ کَمَا اُنْزِلَ

(ابنِ خزیمہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ قرآنِ مجید کو اس طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل کیا گیا ہے۔

یہ تو معلوم ہے کہ قرآنِ مجید عربی، بلکہ فصیح عربی زبان میں نازل ہوا ہے جیسا کہ سورۂ شعراء میں آتا ہے: **بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ** (واضح عربی زبان میں)۔ صاف عربی زبان سے مراد تجوید سے پڑھنا ہے۔ مختصر سی مثال سے اس کی اہمیت آپ سمجھ سکتے ہیں، الف سے ''الیم'' کے معنی دردناک اور عین سے ''علیم'' سے مراد جاننے والے کے ہیں۔ اگر مخرج کا خیال نہ رکھا جائے تو معنوں میں بہت بڑا فرق واقع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ''الحمد'' کے معنی تمام تعریفیں، ''الھمد'' کے

معنی آگ بجھانے کے ہیں۔ چنانچہ ایک اثر میں ہے رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ یعنی بہت سے قرآن کے پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔اس وعید کے مصداق بے عمل قاری، اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے والے اور قرآنِ مجید کو خلافِ تجوید پڑھنے والے ہیں۔

علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن الجزریؒ اپنے مشہور رسالہ ''مقدمۃ الجزریہ'' میں فرماتے ہیں:

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

(علمِ تجوید کے مطابق قرآن پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ جو شخص قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے گا تو وہ گناہ گار ہے)

فقہاء نے اس بات کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ صحتِ نماز کے لئے قرآن کا صحیح پڑھنا ضروری ہے اور اگر کوئی شخص تصحیح حروف کی کوشش نہیں کرے گا اور غلط سلط ہی ادا کرتا رہے گا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اس کی نماز نہ ہوگی۔ فقہ کی بڑی کتابوں میں ''بابِ زلۃ القاری'' میں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ہاں ایک شخص تصحیح حروف کی امکان بھر کوشش کرتا ہے لیکن پھر بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا تو وہ معذور ہے، ایسا شخص گناہ گار نہیں، اس کی نماز بھی درست ہے لیکن سیکھتے اور کوشش کرتے رہنا ضروری ہے۔

تجوید کی ضد تلحین ہے۔ ہمارے شیوخ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق

صاحب ہردوئی نوراللہ مرقدہ بیعت لیتے وقت تمام گناہوں کو چھوڑنے کے اقرار کے ساتھ اس بات کا بھی اقرار کرا لیتے کہ قرأت میں **تلحین** نہیں کروں گا۔ حضرت نے ہردوئی میں تجوید سے پڑھانے کا خاص اہتمام کر رکھا ہے۔ وہاں سے پڑھے ہوئے حضرات اعلیٰ درجہ کے قُرّاء سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ لفظ اللہ میں **تلحین** کر کے اللہ کے لام کو مقررہ حرکت (۲ حرکت) سے زیادہ طول دیتے ہیں۔ اللہ اکبر کے شروع میں جو ہمزہ ہے اگر اس کو ذرا بھی کھینچا جائے تو اس کے معنی کیا اللہ بڑا ہے؟ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اذان غلط ہو جاتی ہے۔ بہت کم لوگ ہی اس کا خیال کرتے ہیں۔ آپ کے مرشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تو تجوید سے بے مثال پڑھنے والے تھے۔ آپ نے حرم کے امام قاری شیخ عبداللہ (بنگلہ دیشی) سے مشق کی تھی۔ قاری عبداللہ دنیا کے سب سے اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔ حضرت تھانویؒ بھی بالکل اپنے استاد کے ہو بہو پڑھتے تھے کہ فرق کرنا دشوار ہو جاتا تھا۔ آپ نے تجوید کی تعلیم کے لئے ایک رسالہ جمال القرآن کے نام سے تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں بہت سہل طریقہ سے تجوید کے قواعد سمجھائے گئے ہیں مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ تجوید کسی استاد سے سیکھے بغیر نہیں آتی۔

خلاصۂ آدابِ قرآن از علامہ سیوطی وغیرہ:

"**التحبير فی علم التفسير**" میں ہے کہ ہر حاملِ قرآن اپنی نیت خالص

رکھے، اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو، تعلیم و تعلم سے دنیا (مال اور ریاست وغیرہ) مقصود نہ ہو، آدابِ قرآن کے مطابق اپنے اخلاق استوار کرے، اس کے حدود، اوامر اور نواہی کی پابندی کرے۔ نظافت اختیار کرے۔ پراگندہ بال اور بڑے ناخن نہ رکھے، مسواک کرے، ڈاڑھی کو کنگھا کرے، خوشبو لگائے، طہارت سے رہے، بلا وضو قرآن کو ہاتھ نہ لگائے، وقتِ تلاوت عبث (فضول) کام سے پرہیز کرے۔ دل، دماغ نظر اور کانوں کو قرآن کی طرف متوجہ رکھے، قبلہ رخ بیٹھے، روزانہ تلاوت کا التزام کرے اور کثرت سے پڑھے، وضو سے تلاوت کرے اگرچہ بے وضو تلاوت کی تو بھی جائز اور باعث ثواب ہے مگر قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ حالتِ جنابت اور حالتِ حیض و نفاس میں قراءتِ قرآن حرام ہے۔ قرآن کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ صاف جگہ پر تلاوت کرے۔ گندے اور نامناسب مقامات پر تلاوت نہ کرے۔ خشوع، خضوع، حضور قلب اور سکینت کے ساتھ بیٹھے۔ لیٹ کر تلاوت کرنا جائز ہے مگر ادب کے خلاف ہے۔ تلاوت شروع کرتے وقت سب سے پہلے (**اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم**) پڑھے اور قرآن میں خوب غور و فکر کرے۔ ترتیل و تجوید اور خوف و خشیت کے ساتھ پڑھے اور روئے، اگر رونا نہیں آتا تو رونے کی شکل بنالے۔ جب کسی رحمت والی آیت سے گذرے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے۔ جب آیتِ عذاب سے گذرے تو خدا سے پناہ مانگے اور خدا کی تقدیس بیان کرے۔ قرآن کو اس کی اپنی ترتیب کے موافق پڑھے اگرچہ اس کی مخالفت بھی جائز ہے۔

قرآن کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس پر نظر بھی عبادت ہے۔ بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے اگر ریا کا خوف ہو تو آہستہ پڑھے۔ خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے جب تک کہ تجوید کی رعایت رہے ورنہ حرام ہے۔ جہاں کلام ختم ہو رہا ہو وہاں وقف کی رعایت کرے، اس کو احزاب، اعشار کے ساتھ مقید نہ کرے۔ جب چھینک، جمائی یا ابکائی آئے یا ریح نکلے تو تلاوت کو منقطع کر دے۔ جب کسی ایسی آیت سے گذرے جس میں کفار کا خدا تعالیٰ پر اتہام مذکور ہو مثلاً (**وقالوا اتخذ الرحمن ولدا**) سے گذرے تو آواز کو پست کر لے اور آیاتِ سجدۂ تلاوت پر سجدہ کرے۔ قرآن کی قراءت غیر عربی زبان میں جائز نہیں۔ اور جب کوئی آیت بھول جائے تو یوں نہ کہے کہ میں آیت بھول گیا بلکہ یوں کہے کہ بھلا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو تجوید کے قواعد سے قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۴) قرآن کو صحیح سمجھنا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نزولِ قرآن کے لئے یہ شکل اختیار نہیں فرمائی کہ اس کو کسی پہاڑ کی چوٹی پر نازل فرمایا ہو اور کسی فرشتے کے ذریعہ سے اعلان کرا دیا ہو کہ یہ اللہ کی کتاب قرآن ہے اس کو پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو جو خود اُمی تھے عرب کے اُمیوں میں مبعوث کیا، ان پر اپنا کلام نازل کیا اور انہیں یہ فریضۂ رسالت سونپ دیا کہ وہ قرآن کو پڑھ کر سنائیں، اس کی تعلیم دیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کا طریقہ بتائیں اور ان کو سنواریں۔ چنانچہ سورۂ جمعہ میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الجمعہ۔۲،۳)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمیوں میں ایک رسول کو بھیجا جو ان کے روبرو اس کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور یقیناً رسول کی بعثت سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔ اور (یہ بعثت ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو آئندہ ان میں شامل ہونے والے ہیں، ابھی

تک ان میں شامل نہیں ہوئے۔ وہ بہت زبردست ہے اور حکمتوں والا ہے۔

اس مضمون کی آیات قرآنِ مجید میں چار مقامات پر آئی ہیں۔ سورۂ بقرہ (آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۹) میں، حضرت ابراہیمؑ خانۂ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے کہ ان میں ایک رسول کو بھیجے جو مذکورہ بالا فرائض انجام دے۔ دوسرا مقام سورۂ بقرہ (آیت نمبر ۱۵۱) میں، اس امت پر انعامات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اندر ایسے رسول کو بھیجا جو ہماری آیتیں تم کو تلاوت کر کے سناتے ہیں، تمہیں کتاب کی تعلیم دیتے ہیں، دین کے احکام سکھاتے ہیں، تمہارا تزکیہ کرتے ہیں اور تمہیں وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ تیسرا مقام سورۂ آل عمران (آیت نمبر ۱۶۴) میں، اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر اپنا احسان یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اندر ہی تمہاری جنس سے ایک رسول کو مبعوث کیا جو ہماری آیتیں تمہیں تلاوت کر کے سناتے ہیں، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہارا تزکیہ کرتے ہیں۔ چوتھا مقام سورۂ جمعہ (آیت نمبر ۲ اور ۳) ہے، جو شروع میں بیان کیا گیا ہے۔

تلاوتِ آیات، کتاب کی تعلیم اور حکمت (احکامِ دین) کی تعلیم سب فرائض قرآن کے متعلق ہیں۔ یہ تو زبانی تعلیم کے متعلق تھا، اس کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ نے خود قرآن کا عملی نمونہ بن کر دکھایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ

الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا○ (الاحزاب۔۲۱)

ترجمہ: بلا شبہ تمہارے لئے اللہ کے رسول (ﷺ) میں ایک مثالی نمونہ ہے بالخصوص اس شخص کے لئے جو اللہ سے ملاقات کا امیدوار اور قیامت کے دن کا خوف رکھنے والا اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

کچھ لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کے اخلاق کے تعلق سے پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ یعنی آپ ﷺ قرآن کا عملی نمونہ تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ قرآن کا مطلب اور مفہوم بیان کرنا یہ اللہ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ○
(النحل۔۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے یہ ذکر (قرآن) آپ پر نازل کیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں آپ ان کو خوب کھول کر بیان کریں اور تاکہ یہ لوگ اس پر غور وفکر کریں۔

اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن کو سننے والے، اس کی تعلیم حاصل کرنے والے اور عمل کا طریقہ سیکھنے والے صحابہ کرامؓ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ سے حاصل کیا تھا اس کو محفوظ رکھا اور امت تک پہنچایا۔ قرآن کے سب سے بڑے

مفسر، ترجمان القرآن، حِبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں جو آپ کے چچا حضرت عباسؓ کے فرزند ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت بارہ، تیرہ سال کے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا دی کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ الْکِتَابَ (اے اللہ تو اس لڑکے کو کتاب کی سمجھ عطا فرما)۔۔۔ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنَ (اے اللہ تو اس لڑکے کو دین کی سمجھ عطا فرما)۔ اس دعا کی تاثیر تھی کہ حضرت ابنِ عباسؓ دین کے سب سے بڑے عالم اور فقیہ بنے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد تمام اکابر صحابہ کرامؓ کے پاس جا کر آپ نے علم حاصل کیا۔

دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں جو فرماتے ہیں کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے کہ جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی اور اس کا مطلب کیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے اتنے قریب تھے کہ آپ کا لقب ہی صاحب النعلین والوسادۃ (آپ ﷺ کی جوتیاں اور تکیہ رکھنے والے) ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ امت کا فقیہ ہے، اگر میں بغیر مشورے کے کسی کو امیر بناتا تو عبداللہ بن مسعود کو امیر مقرر کرتا۔ خدمت و قربت کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ مقام حاصل تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ تم بغیر اجازت کے میرے پاس آیا کرو۔ حالانکہ تمام اکابر صحابہؓ آپ کے پاس آتے تو اجازت لے کر آیا کرتے۔ بعض اوقات صحابہ کرامؓ میں کسی مسئلہ میں دشواری پیش آتی تو ام المؤمنین حضرت

عائشہؓ کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کا قول مل جاتا اور ان کا اختلاف دور ہو جاتا۔

قرآن اگر متن (Text) ہے تو احادیثِ رسول ﷺ اس کی قولی اور سنتِ رسول ﷺ اس کی عملی تشریحات ہیں۔ یہ بات آپ کے سامنے واضح ہو گئی کہ قرآن کا مطلب اللہ کے رسول ﷺ سے سمجھنا چاہیئے اور آپ کے صحابہ نے آپ سے تعلیم پا کر جو مطلب بیان کیا ہے، وہی صحیح مطلب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کو صحیح سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۵) تفسیر بالرائے

اللہ کے رسول ﷺ کے بیان کردہ اور صحابہ کرامؓ کے بیان کردہ مطلب سے بے نیاز ہوکر اپنی رائے اور عقل سے قرآن کا مطلب بیان کرنا ''تفسیر بالرائے'' کہلاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید فرمائی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآنِ مجید میں اپنی رائے (عقل) سے کچھ کہا اس کو چاہئیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے قرآنِ مجید میں بغیر علم کے کچھ کہا اس کو چاہئیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَأْیِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ (ترمذی، ابوداود)

ترجمہ: حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآنِ مجید میں اپنی رائے (عقل) سے کچھ کہا اگر وہ صحیح بھی ہو تو اس نے

غلطی کی (کیونکہ بغیر علم کے کہنے کا اس کا طریقہ غلط ہے)۔

جو شخص اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث وسنت اور صحابۂ کرامؓ کی بیان کردہ تشریحات سے بے نیاز ہوکر اور عربی زبان کے قوائد سے ناواقف ہوکر قرآن کا مطلب بیان کرے وہ ''تفسیر بالرائے'' کا مرتکب ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کا جو بھی مطلب بیان کیا ہے، وہ وحیٔ غیر متلو کے ذریعہ حاصل کیا ہوا علم ہے۔ صحابۂ کرامؓ ہی اللہ کے رسول ﷺ کے بیان کردہ مطلب کو امت تک پہنچانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہ ذمہ داری لی تھی کہ قرآن کا مطلب رسول کے ذریعہ سے بیان کرادیں گے۔ سورۂ قیامہ میں فرمایا گیا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ٥ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ٥ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ٥ (القیامہ۔۱۹-۱۶)

ترجمہ: قرآن کو جلدی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کیجئے۔ اس کا (آپ کے دل میں) جمع کردینا اور (آپ سے) پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ توجہ کے ساتھ اس قرأت کے تابع رہئیے پھر اس کے مطالب کو واضح کردینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمِرَاءُ فِی الْقُرْاٰنِ كُفْرٌ

(احمد، ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ قَوْمًا یَتَدَارَؤُنَ فِی الْقُرْاٰنِ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهٰذَا ضَرَبُوْا كِتَابَ اللّٰهِ بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ وَاِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللّٰهِ یُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا فَلَا تُكَذِّبُوْا بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُوْلُوْا وَمَا جَهِلْتُمْ فَكِلُوْهُ اِلٰی عَالِمِهٖ (احمد، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب ؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک جماعت کے بارے میں سنا کہ وہ آپس میں قرآنِ کریم کے بارے میں بحث کر رہے ہیں اور جھگڑ رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم سے پہلے کے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے، انہوں نے کتاب اللہ کے بعض حصے کو بعض پر مارا (یعنی آیات میں تضاد اور اختلاف ثابت کیا کہ یہ آیت فلاں آیت کی مخالف ہے)۔ بے شک کتاب اللہ کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کرتا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کے بعض حصے کو بعض سے نہ جھٹلاؤ اور اس کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اس کو بیان کرو اور جو نہیں جانتے اسے جاننے والوں کی طرف سونپ دو۔

مختلف فرقوں کے گمراہ ہونے کی وجہ قرآن کی تفسیر بالرائے ہے جیسے روافض، معتزلہ، خوارج وغیرہ۔ دورِ حاضر کی مشہور مثال علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خان صاحب ہیں جنہوں نے قرآن کی جو تفسیر کی ہے وہ بلا شبہ تفسیر بالرائے ہے۔ یہ اس لئے بیان کرنا پڑا کہ تفسیر بالرائے کرنے والے کون ہیں اشارۃً

آپ کو معلوم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو تفسیر بالرائے سے بچائے اور اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی بیان کردہ تشریحات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۶) ناسخ اور منسوخ

(Abrogater And Abrogatted)

قرآن کو صحیح سمجھنے کے لئے کونسی آیات ناسخ اور منسوخ ہیں یہ جاننا بھی ضروری ہے۔قرآن چونکہ تیئیس (۲۳) سال کی مدت میں نازل ہوا۔اس دوران صحابہ کرامؓ کی تربیت ہورہی تھی اس لئے شروع میں جواحکام دیئے گئے تھے بعد میں ان میں سے بعض کو منسوخ کیا گیا۔لغت میں نسخ کا معنی نقل کرنا مٹانا لکھنا وغیرہ کے آتے ہیں۔اور اصطلاحِ شرعی میں نسخ کی تعریف یہ ہے: **رفع الحکم الشرعی متأخر** (سابق شرعی حکم کو آنے والی دلیل سے اٹھانا، ہٹانا) یعنی پہلے نازل ہونے والا حکم منسوخ اور بعد میں نازل ہونے والا حکم ناسخ کہلاتا ہے۔نسخ کی کل چار صورتیں ہیں:

۱) قرآنِ کریم کی آیات،قرآن کی دوسری آیات کے لئے ناسخ ہوں۔

۲) احادیثِ رسول ﷺ، دوسری احادیث کے لئے ناسخ ہوں۔

۳) قرآنِ کریم کی آیات، احادیثِ رسول ﷺ کے لئے ناسخ ہوں۔

۴) احادیث شریفہ،قرآنِ کریم کی آیات کے لئے ناسخ ہوں۔

پہلی تین صورتوں میں امت کا اتفاق ہے اور آخری صورت میں اختلاف ہے۔

ناسخ اور منسوخ کی بحث میں قدیم اور جدید مفسرین کا اختلاف ہے۔متاخرین

کے نزدیک آیاتِ منسوخہ کی تعداد تقریباً بیس ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے ان پر کلام فرمایا ہے۔ ناسخ اور منسوخ کی ایک مثال یہ ہے کہ پہلے روزوں کے متعلق یہ حکم نازل ہوا تھا کہ: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرًا لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O (البقرہ۔۱۸۴)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو (روزہ رکھنے کی) طاقت رکھتے ہوں (اور نہ رکھیں) تو ان کے ذمہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے پھر جو کوئی اپنی خوشی سے نیکی کرے تو اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

عرب کے لوگ چونکہ روزے کے عادی نہیں تھے اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت تو رکھتے ہیں لیکن کسی وجہ سے نہیں رکھ سکتے تو وہ روزے کے بجائے اس کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ادا کریں۔ یہ حکم شروع میں تھا جب لوگوں کو روزہ کا خوگر بنانا مقصود تھا۔ اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (جو بھی اس مہینہ کو پائے اس کو چاہیئے کہ پورے مہینہ کے روزے رکھے)۔ اس سے یہ حکم عام لوگوں کے لئے منسوخ کر دیا گیا۔ صرف ایسے لوگوں کے لئے اب بھی باجماعِ امت باقی ہے جو بہت بوڑھے (شیخِ فانی) یا ایسے بیمار کہ صحت کی امید ہی نہیں رہی۔ جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔

(معارف القرآن۔ جلد اول)

ناسخ اور منسوخ کی دوسری مثال شراب کے تعلق سے ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىۡ سَبِيۡلٍ حَتّٰى تَغۡتَسِلُوۡا (النساء۔۴۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو اس وقت تک جب تک کہ تم زبان سے جو کچھ کہتے ہو اسے سمجھنے نہ لگو نماز کے قریب نہ جاؤ اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز نہ پڑھو جب تک کہ غسل نہ کرلو، اِلا یہ کہ تم مسافر ہو۔

شراب نوشی عرب کی پرانی عادت تھی، اگر فوراً ہی حرام کردی جاتی تو اس سے بچنا دشوار تھا، اس لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹، میں یہ حکم دیا گیا **يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ قُلۡ فِيۡهِمَاۤ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثۡمُهُمَاۤ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا** (یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نازل ہونے کے بعد بہت سے لوگوں نے شراب چھوڑ دی تھی لیکن تمام لوگوں کے لئے اس کا چھوڑنا دشوار تھا۔ نشہ کی حالت میں نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد سورۂ نساء کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

يَآَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ (النساء۔۴۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہوتو اس وقت تک جب تک کہ تم زبان سے جو کچھ کہتے ہوا سے سمجھنے نہ لگو، نماز کے قریب نہ جاؤ۔

لوگوں نے شراب پینے کے اوقات بدل دیئے، عشاء کے بعد پی لیتے اور پھر صبح کی نماز کے بعد پی لیتے۔ اس کے باوجود بھی شراب کا اثر باقی رہتا۔ نماز چونکہ اللہ کا ذکر ہے جس میں جسم کے ساتھ دل ودماغ کی حاضری بھی ضروری ہے، نشہ کی حالت میں کچھ سے کچھ پڑھ جاتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۹۰، نازل کر کے شراب کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار فرمادیا:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ○

ترجمہ: اے ایمان والو! واقعی یہ بات ہے کہ شراب، جُوا، بت کے تھان اور فال کھولنے کے تیر، سب ناپاک کام شیطان کے ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔

سورۂ مائدہ کی اس آیت نے سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کی آیات میں جو حکم ہے اس کو منسوخ کر کے شراب کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا۔ ناسخ اور منسوخ کی بالکل واضح مثال سورۂ انفال کی درج ذیل آیات میں ملتی ہے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَی الۡقِتَالِ اِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ یَغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ وَاِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ مِّائَۃٌ یَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفًا مِّنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاَنَّھُمۡ قَوۡمٌ

لَّا یَفۡقَهُوۡنَ ﴿۶۵﴾ اَلۡـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنۡكُمۡ وَعَلِمَ اَنَّ فِیۡكُمۡ ضَعۡفًا فَاِنۡ یَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ وَاِنۡ یَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ اَلۡفٌ یَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفَیۡنِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۶۶﴾ (الانفال۔۶۵،۶۶)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیجئے، اگر تم مسلمانوں میں سے بیس آدمی بھی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم مسلمانوں میں سے ایک سو ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کافر ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ (ایک مدت کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی جس سے وہ پہلا حکم منسوخ ہوگیا) اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کردیا اور اس نے جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے، سو تم مسلمانوں میں سے اگر سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو کافروں پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار آدمی ہوں گے تو خدا کے حکم سے کافروں کے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

عَنۡ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ كَلَامِیۡ لَا یَنۡسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ یَنۡسَخُ كَلَامِیۡ وَكَلَامُ اللّٰهِ یَنۡسَخُ بَعۡضُهٗ بَعۡضًا (دارمی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کردیتا ہے اور کلام اللہ کا بعض حصہ بعض کو منسوخ کردیتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اَحَادِیْثَنَا یَنْسَخُ بَعْضُھَا بَعْضًا کَنَسْخِ الْقُرْاٰنِ (دارِ قطنی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہماری (بعض) احادیث بعض کو اس طرح سے منسوخ کرتی ہیں جیسا کہ (قرآن کے بعض حصوں کو) قرآن منسوخ کرتا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

جن لوگوں کو علم نہیں ہے وہ اعتراض کرتے ہیں کہ پہلا حکم صحیح تھا یا غلط؟ اگر صحیح تھا تو منسوخ کیوں ہوا اور اگر غلط تھا تو پہلے کیوں نازل کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا مدار حکمت پر ہے، حکیم کی حکمت پر اعتراض نادانوں کا کام ہے۔ مثلاً ایک مریض کو ایک حکیم ایک وقت میں ایک نسخہ دیتا ہے اور دوسرے وقت میں وہی طبیب اس نسخے کو تبدیل کرتا ہے تو کیا یہ پہلا نسخہ غلط تھا یا غیر مفید تھا؟ نہیں بلکہ طبیب نے مریض کے مزاج کے مطابق نسخہ تبدیل کیا ہے۔ اسی طرح حالات وواقعات اور ضرورت کے تغیر سے نزولِ وحی کے دوران حکم میں تغیر آتا رہتا ہے۔ نماز وروزہ کے احوال میں تغیر آیا ہے۔ جہاد میں تعداد مقاتلین میں تغیر آ گیا ہے تو یہ تغیر اور نسخ ہمارے علم کے اعتبار سے تھا، اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ حکم نزول کے وقت سے اتنے ہی وقت کے لئے اترا تھا جس وقت میں یہ منسوخ ہو گیا ہے۔ بہر حال نسخ ہماری نسبت سے ہے، نیز نسخ کا ذکر قرآنِ عظیم میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس میں بڑی

حکمتیں ہیں۔ (توضیحات)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کو صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۷) درسِ قرآن

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے کسی جگہ یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ قرآن کی تفسیر کرنے والے کے لئے پچیس (۲۵) علوم پر عبور کی ضرورت ہے۔ بے شک یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ ایک عالم اتنے علوم پر عبور حاصل نہیں کرسکتا تو کیا وہ قرآن کا درس نہیں دے سکتا ہے؟ قرآن کا درس دینے کے لئے عربی زبان سے اتنا واقف ہو کہ قرآن کا ترجمہ صحیح سمجھ سکے اور مستند تفاسیر میں جو بات کہی ہے اس کو سمجھ کر اس کے مفہوم کو بیان کرے۔ حضرت شیخ الحدیث کے شرائط کو دیکھ کر بہت سارے علمائے کرام نے قرآن کا درس دینا ہی بند کردیا اور لوگ قرآن کی تعلیمات سے محروم ہوگئے۔ ہر عالم مفسر نہیں بن سکتا لیکن وہ اتنا تو کرسکتا ہے کہ مستند تفاسیر میں جو بات آئی ہے اس کو سمجھ کر عوام کو سمجھا سکتا ہے۔

دوسری طرف یہ انتہاء پسندی ہے کہ ایک شخص متنِ قرآن اور اس کا ترجمہ ہی صحیح نہیں پڑھ سکتا اور درس دینے کے لئے بیٹھ گیا ہے! بلکہ ان لوگوں نے درس کے حلقے قائم کئے ہیں اور ان کے مَبلَغِ علم کا یہ حال ہے کہ قُرآن کو قُرَان، ترُجَمہ کو ترَجُمہ اور درْس کو درَس پڑھتے ہیں! ایک ایسی بوالعجبی ہے کہ ایک شخص قرآن کی زبان سے واقف نہیں، اس کے علوم سے واقف نہیں اور اس کے درس کی جرأت کررہا ہے۔ اگر

کسی کالج میں کوئی لکچرر انگریزی جانے بغیر سائنس کے مضامین (طبعیات، کیمیاء وغیرہ) کو صرف ترجمہ سے پڑھانا چاہتا ہے، تو کیا اس کو ملازمت دی جائے گی؟ ہرگز نہیں!

ان لوگوں کو قرآن کی درج ذیل آیت سے غلط فہمی ہوئی کہ قرآن آسان ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ (القمر۔۱۷)

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

آیت میں لفظ ''للذکر'' آیا ہے جس کے معنی یاد کرنے اور نصیحت کے ہیں، اس سے یہ مطلب لینا کہ جو شخص چاہے قرآن کا درس دے سکتا ہے، انتہائی غلط طریقہ ہے۔ قرآن کو صحیح سمجھنے کے لئے عربی زبان سے کما حقہ واقف ہونا، اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے کیا فرمایا ہے اس کو جاننا اور ائمۂ تفسیر نے کیا فرمایا ہے اس سے واقف ہونا ضروری ہے بصورتِ دیگر وہ شخص تفسیر بالرائے کا مرتکب قرار پائے گا، جس کے لئے جہنم کی وعید ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کو صحیح طریقہ سے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۸) قرآن کے تراجم اور تفاسیر

قرآن چونکہ عربی زبان میں ہے، جو لوگ عربی زبان نہیں جانتے انہیں سمجھانے کے لئے علمائے کرام نے مختلف زبانوں میں قرآن کے تراجم کئے اور تفاسیر لکھیں۔ جو لوگ عربی مدارس میں پڑھتے ہیں اگر وہ عربی زبان میں مہارت پیدا کریں تو عربی تفاسیر سے براہِ راست استفادہ کر سکتے ہیں۔ قرآن کی اردو تفاسیر ''تفسیرِ حقانی''، ''تفسیرِ ماجدی'' اور ''تفسیرِ عثمانی'' وغیرہ ہیں اور عربی تفاسیر ''روح المعانی''، ''تفسیر ابنِ کثیر''، ''تفسیرِ رازی'' اور ''تفسیرِ ابنِ سعودؔ'' ہیں۔

ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے سب سے پہلے فارسی زبان میں قرآن کا ترجمہ مسمیٰ بہ ''فتح الرحمٰن'' سے کیا۔ آپ کے بعد آپ کے دو فرزندوں حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اردو میں بامحاورہ ترجمہ بنام ''موضح القرآن'' لکھا اور آپ کے دوسرے فرزند شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے ''تحت اللفظ'' ترجمہ فرمایا۔ یہ دونوں تراجم امت میں مشہور و معروف ہیں۔ موضح القرآن کی زبان پرانی ہونے کی وجہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے متروک الفاظ کو خارج کر کے مروجہ الفاظ کے ساتھ ''موضح الفرقان'' کے نام سے ترجمہ فرمایا اور سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کے حواشی لکھے، بقیہ قرآن کی تفسیر آپ کے شاگرد حضرت علامہ مولانا

مفتی شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھی۔ علماء کے نزدیک یہ ترجمہ اور تفسیر سب سے مستند مانی جاتی ہے۔ افسوس کہ اس کی زبان بھی اب پرانی ہو چکی ہے اس کی بھی تجدید (Reneuation) کی ضرورت ہے، تاکہ موجودہ نسل اس سے فائدہ اٹھائے۔

قرآنِ کریم کی مختلف زبانوں میں تقریباً دو لاکھ تفاسیر لکھی گئی ہیں اور اس سے متعلق علوم پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ ایک لاکھ ہیں۔ شاید ہی دنیا میں کسی کتاب پر اتنی تحقیق اور ریسرچ ہوئی ہو اور اتنا تحریری سرمایہ جمع کیا گیا ہو۔ (توضیحات)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے قرآن کی تفسیر ''بیان القرآن'' کے نام سے لکھی ہے۔ بین السطور قرآن کی آیات کا مفصل ترجمہ اردو زبان میں لکھا ہے جس سے آیتوں کا مفہوم واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے اور حاشیہ میں قرآن سے متعلق دوسرے علوم عربی زبان میں لکھے ہیں جس سے علماء استفادہ کر سکتے ہیں۔ اردو میں جو لکھا گیا ہے وہ عوام کے لئے ہے اور عربی میں جو لکھا گیا ہے وہ علماء کے لئے ہے۔

ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ نے جو دیوبند کے مفتی اعظم تھے اور جب پاکستان بنا تو وہاں بھی دارالعلوم کراچی کے مفتی اعظم بنائے گئے، ایک تفسیر بنام ''معارف القرآن'' آٹھ جلدوں میں لکھی ہے جو عوام وخواص سب کے لئے علومِ قرآنی کا خزانہ ہے۔ اس تفسیر میں متنِ قرآن کے نیچے شیخ الہندؒ کا ترجمہ دیا گیا ہے اور حضرت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن کی تسہیل

’’خلاصۂ تفسیر‘‘ کے نام سے دی گئی ہے اور معارف اور مسائل کے عنوان سے قرآن کے علوم اور فقہی مسائل دیئے گئے ہیں۔ اہم خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہے کہ اس میں جمہور مفسرین اور فقہاء کی رائے کو پیش کیا گیا ہے۔ الحمدللہ کہ اس تفسیر کا اب ہندی اور انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ ہندوستان کے لوگ اور تمام دنیا کے لوگ اس تفسیر سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اس تفسیر کی خصوصیات کو دیکھتے ہوئے اس ناچیز اور اس کے رفقاء نے اس تفسیر کو تمام لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی اور ہزاروں نسخے اس شہر اور بیرون کے افراد تک پہنچائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن کو پڑھنے اور تمام لوگوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۹) افسوس ناک صورتِ حال

دنیا کی کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ آدمی اس کو بغیر سمجھے پڑھتا ہو مگر قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے کہ مسلمان اس کو بغیر سوچے سمجھے پڑھتے رہتے ہیں اور کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا کہتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سب سے زیادہ مظلوم ذات امام حسینؓ کی ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ سب سے مظلوم تو قرآنِ کریم ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مِنْ تَحْتِ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، قرآن کے صرف نقوش باقی رہ جائیں گے ان کی مسجدیں بظاہر تو آباد ہوں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے خالی ہوں گی، ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے انہی سے دین میں فتنہ پیدا ہوگا اور انہی میں لوٹ کر آئے گا۔

رسمِ قرآن سے مراد صرف حروفِ الفاظ کا تجوید سے پڑھنا ہے بغیر معنی سمجھے اور عمل کرنے اور اوامر ونواہی بجالانے کے۔ (مظاہرِ حق)

عَنِ ابُنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوُلُ اللّٰہِ ﷺ لَا قِرَاءَ ۃَ اِلَّا بِتَدَبُّرٍ وَلَا عِبَادَۃَ اِلَّا بِفِقُہٍ وَمَجُلِسُ فِقُہٍ خَیُرٌ مِنُ عِبَادَۃِ سَتِیُنَ سَنَۃً (کنز العمال۔ ۲۸۹۱۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر تدبر کے قراءۃ بے معنی ہے اور بغیر سمجھ کے عبادت لاحاصل ہے اور ایک فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اردو زبان کے مشہور اسلامی شاعر ماہرؔ القادری نے ایک نظم ''قرآن کی فریاد'' کے نام سے لکھی ہے وہ آپ کے گوش گذار کرتا ہوں۔

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں — آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں — دھودھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان، حریر وریشم کے — اور پھول، ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے — خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح طوطا مینا کو — کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں — اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقرار لینے کے لئے — تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے — ہاتھوں میں اٹھایا جاتا ہوں

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تجھے تیرے دوست کا خط سفر پر بھی ملتا ہے تو تو سب سے الگ ہوکر توجہ کے ساتھ اس کو کھولتا ہے اور اس کو پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغامات اس قابل بھی نہیں ہیں کہ اسے پڑھا اور سمجھا جائے؟!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۰) فتنوں سے نکلنے کا راستہ

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّھَا سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ نَبَأُ مَا قَبْلَکُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ وَحُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ ھُوَ الْفَصْلُ لَیْسَ بِالْھَزْلِ مَنْ تَرَکَہٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَہُ اللّٰہُ وَمَنِ ابْتَغَی الْھُدٰی فِیْ غَیْرِہٖ اَضَلَّہُ اللّٰہُ وَھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ وَھُوَ الذِّکْرُ الْحَکِیْمُ وَھُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ لَا تَزِیْغُ بِہِ الْاَھْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِہِ الْاَلْسِنَۃُ وَلَا یَشْبَعُ مِنْہُ الْعُلَمَاءُ وَلَا یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ وَلَا یَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ ھُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَہِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْہُ حَتّٰی قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ مَنْ قَالَ بِہٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِہٖ اُجِرَ وَمَنْ حَکَمَ بِہٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَیْہِ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا فرمایا: آگاہ ہو جاؤ، ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے! میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس فتنہ کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کتاب اللہ۔ اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں (یعنی اعمال واخلاق کے جو دنیوی

واخروی نتائج وثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں قرآن مجید میں ان سب سے بھی آگاہی دے دی گئی ہے) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں ان کا حکم اور فیصلہ موجود ہے۔ (حق وباطل اور صحیح وغلط کے بارے میں) وہ قولِ فیصل ہے۔ وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے۔ جو کوئی جابر وسرکش اس کو چھوڑ دے گا (یعنی غرور وسرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا۔ اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اللہ اس کو گمراہ کر دے گا (یعنی وہ ہدایتِ حق سے محروم رہے گا)۔ قرآن ہی اللہ کی مضبوط رسی ہے یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے اور محکم نصیحت نامہ ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے۔ وہی حقِ مبین ہے جس کی اتباع سے خیالات ٹیڑھے پن سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس کو گڑ بڑ نہیں کر سکتیں (یعنی تحریف نہیں ہو سکتی جیسی دوسری آسمانی کتابوں میں ہوئی) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے۔ قرآن کثرتِ تلاوت سے کبھی پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائب یعنی حقائق ومعارف کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

قرآن کی یہ شان ہے کہ جنوں نے جب قرآن کو سنا تو پکار اٹھے کہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ یعنی ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو صحیح راستہ کی رہنمائی کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔ جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحقِ اجر وثواب ہوا اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اس نے عدل وانصاف کیا اور جس نے قرآن

کی طرف دعوت دی اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگئی۔

حدیث میں لفظ ''فتنہ'' آیا ہے۔فتنہ کے لغوی معنی سونے کو آگ میں تپانے کے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کھرا ہے یا کھوٹا۔قرآنِ کریم میں کفار کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی اس کو استعمال کیا گیا ہے۔چنانچہ سورۂ ذاریات کی آیت نمبر۱۳، میں فرمایا گیا: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (جس روز وہ یعنی کفار آتشِ دوزخ پر تپائے جائیں گے) مجازاً اس کے معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں۔نیز ہر وہ چیز جو امتحان وآزمائش کا ذریعہ بنتی ہے وہ بھی فتنہ ہے۔قرآنِ مجید کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ فتنہ کی نسبت جب اللہ کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے امتحان اور آزمائش مراد ہوتی ہے اور جب انسانوں کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو ظلم، زیادتی، جنگ، خون ریزی، غلبۂ کفر اور ہر طرح کی گمراہی اور ضلالت مراد ہوتی ہے۔ (قاموس القرآن)

حدیث میں ''فتنہ'' کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے چونکہ نکرہ ہے اس لئے اس کا اطلاق ہر قسم کی ضلالت اور گمراہیوں پر ہوتا ہے۔الغرض قرآنِ کریم ہی تمام فتنوں سے نکلنے کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام فتنوں سے بچا کر قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۱) اتحادِ ملت کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کی رسی (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑنا ہے

اتحاد و اتفاق کے محمود اور مطلوب ہونے پر دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔ کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملے گا جو نااتفاقی اور انتشار کو پسند کرنے والا ہو۔ اس اتفاق کے باوجود انسانیت فرقوں، گروہوں اور پارٹیوں میں بٹی ہوئی ہے اور خود امتِ مسلمہ تہتّر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر گروہ اور فرقہ اپنے خودساختہ پروگرام پر لوگوں کو متفق کرنا چاہتا ہے۔ جب دوسرے اپنا خود بنایا ہوا کوئی پروگرام رکھتے ہوں تو اتفاق کی بجائے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے اتحاد کا مرکز اللہ کی کتاب کو قرار دیا ہے اور فرمایا گیا:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا (آل عمران۔۱۰۳) یعنی تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔ اللہ کی رسی اس کی کتاب قرآنِ مجید ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ کِتَابُ اللّٰہِ ھُوَ حَبۡلُ اللّٰہِ الۡمَمۡدُوۡدُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ (ابنِ کثیر)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ کی رسی اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ ھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنُ وَنُوْرُ الْمُبِیْنُ وَھُوَ الشِّفَآءُ النَّافِعُ عِصْمَۃٌ لِمَنْ تَمَسَّکَ بِہٖ وَنَجَاۃٌ لِمَنِ اتَّبَعَہٗ (ابنِ کثیر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ نورِ مبین ہے، نفع بخشنے والی شفاء ہے۔ جو اس کو مضبوط پکڑے رہے گا اس کے لئے بچاؤ ہے اور جو اس کی اتباع کرے گا اس کے لئے نجات ہے۔

ان احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ کی رسی سے مراد اس کی کتاب ہے۔ محاورۂ عربی میں حبل سے مراد عہد بھی ہوتا ہے اور مطلقاً ہر وہ شئے جو ذریعہ یا وسیلہ کا کام دے سکے۔ قرآن یا دین کو رسی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہلِ ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرتا ہے اور دوسری طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہو، یہ رسی ٹوٹ نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہیں گے تو کوئی شیطان اپنی شرانگیزی میں کامیاب نہیں ہو سکے گا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابلِ اختلال

ہو جائے گی۔قرآن سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیاتِ تازہ حاصل کرتی ہے۔لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو اپنی آراء واہوا (خواہشات) کا تختۂ مشق بنایا جائے بلکہ قرآن کا وہی مطلب معتبر ہوگا جو احادیثِ صحیحہ اور سلفِ صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔ (تفسیرِ عثمانی)

اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب نبی ﷺ پر نازل فرمائی اور آپ ﷺ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ قرآن کی تعلیم دیں اور قرآن کے مطابق عمل کرنے کا طریقہ بتائیں۔یہ کام آپ ﷺ نے جن لوگوں پر کیا وہ صحابہ کرامؓ ہیں۔صحابہ کرامؓ کے شاگردوں کے ذریعہ سے قرآن کی تمام تشریحات آج موجود ہیں اور ہم بغیر کھٹکے یہ جان سکتے ہیں کہ قرآنی آیت کا صحیح مطلب کیا ہے اور ان پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔دین میں اتنی وضاحت کے باوجود بھی امت میں بے شمار فرقے اور جماعتیں پیدا ہوگئیں اور وہ آپس میں دست وگریباں ہیں،اسی کا شکوہ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے کیا تھا۔؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

تاریخ کا تجربہ:

انصارِ مدینہ کے دو خاندانوں، اوس وخزرج کے باہم اسلام سے قبل سخت عداوت ودشمنی تھی۔تھوڑی سی بات پر جنگ کا بازار گرم ہوجاتا تھا جو برسوں سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کی ایک جنگ ''جنگِ بُعاث'' ایک سو بیس (۱۲۰) سال تک چلتی رہی۔آخر نبی عربی ﷺ کی ہجرت پر ان کی قسمت کا ستارہ چمکا اور قرآن اور اسلام کی تعلیمات اور نبی ﷺ کے فیضِ صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے، ملا کر شیر وشکر کر دیا اور نہایت مضبوط اور برادرانہ تعلقات قائم کر دیئے۔یہودِ مدینہ کو ان دونوں حریف خاندانوں کا اس طرح مل کر بیٹھنا اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت اور حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ ایک اندھے یہودی شماس بن قیس نے کسی فتنہ پرداز شخص کو بھیجا کہ جس مجلس میں دونوں خاندان جمع ہوں وہاں کسی ترکیب سے بعاث کی لڑائی کا ذکر چھیڑ دے۔ چنانچہ اس نے مناسب موقع پا کر جنگِ بعاث کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانا شروع کر دیئے۔اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ اٹھیں۔ زبانی جنگ سے گذر کر ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ نبی کریم ﷺ جماعت مہاجرین کو ہمراہ لئے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔آپ ﷺ نے فرمایا اے گروہِ مسلمین! اللہ سے ڈرو، میں تم میں موجود ہوں پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا، جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا۔کیا ان ہی کفریات کی

طرف الٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جس سے نکل کر آئے تھے؟ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اوس وخزرج نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے اور سب نے سمجھ لیا کہ یہ دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئیے۔ اسی کے متعلق یہ آیات (وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا۔۔۔۔۔) نازل ہوئی تھیں۔ (تفسیرِ عثمانی)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر اتحاد واتفاق سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۲) وحیٔ الٰہی کی قِسمیں

وحی کے معنی اشارۂ خفی کے ہیں۔اصطلاحاً خداوندِ قدوس کی طرف سے جو پیغام انبیاءؑ کی طرف نازل ہوتا ہے اسے وحی کہتے ہیں۔حضرت استاذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ وحی جو انبیاءؑ پر اترتی ہے،اس کی تین قسمیں ہیں۔اول یہ کہ پیغمبر کے باطن کو عالمِ قُدُس کی طرف مسخر کرلیا جائے اور اس میں پیغامِ الٰہی کا القاء کیا جائے،اس صورت میں نہ فرشتہ واسطہ بنتا ہے اور نہ آواز سنائی دیتی ہے۔دوم یہ کہ پیغمبر،خدا کی آواز سنے جیسی آواز بھی اس کے لائق ہے،نہ اس میں مخارج ہوتے ہیں اور نہ تقطیع اور وہ ہر طرف سے سنی جاتی ہے۔سوم یہ کہ فرشتہ آئے اور خدا کا پیغام سنائے۔ (قاموس القرآن)

قرآنِ کریم چونکہ حضورﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے،اس لئے وحی کے بارے میں چند ضروری باتیں سمجھنا چاہئیے۔

وحی کی ضرورت:

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں آزمائش کے لئے بھیجا ہے اور اس کے ذمہ کچھ فرائض عائد کرکے پوری کائنات کو اس کی خدمت میں لگا دیا ہے۔لہٰذا دنیا میں آنے کے بعد انسان کے لئے دو کام ناگزیر ہیں۔ایک یہ کہ

وہ اس کائنات سے اور اس میں پیدا کی ہوئی اشیاء سے ٹھیک کام لے اور دوسرے یہ کہ اس کائنات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو مدنظر رکھے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ ان دونوں کاموں کے لئے انسان کو علم کی ضرورت ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے علم کے جو ذرائع دیئے ہیں ان میں سے ایک اس کے حواسِ خمسہ یعنی آنکھ، کان، منہ، ہاتھ اور پاؤں ہیں اور دوسری اس کی عقل ہے۔ ان دونوں کا دائرہ محدود ہے۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا علم نہ حواس سے ہوسکتا نہ عقل سے ہوسکتا ہے۔ اس کو بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی کو ذریعہ بنایا۔ وحی کے معنی اشارۂ خفی کے ہیں۔ کبھی لفظ وحی لغوی معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نحل میں فرمایا گیا:

وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ○ ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخۡرُجُ مِنۡ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ○ (النحل۔۶۸،۶۹)

ترجمہ: اور یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف یہ وحی کی کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان ٹٹیوں میں جو بیل چڑھانے کو لوگ لگاتے ہیں گھر بنا، پھر ہر قسم کے پھلوں سے غذا حاصل کر اور واپس آنے کے لئے اپنے رب کے آسان اور سہل راستوں پر ہو لے۔ ان مکھیوں کے پیٹ میں سے پینے کی چیز نکلتی

ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، اس شہد میں لوگوں کے لئے شفاء ہے، بلاشبہ اس چیز میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی طرف بھی اللہ نے وحی بھیجی۔

اِذْ اَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّكَ مَا یُوْحٰی ۝ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ۝ (طٰہٰ۔۳۸،۳۹)

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے تیری ماں کو یہ بات الہام کی جو بات الہام کرنے کی تھی کہ موسیٰ کو صندوق میں رکھ دے پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دے پھر دریا اس صندوق کو کنارے لے جائے گا تا کہ موسیٰ کو وہ شخص اٹھا لے جو میرا بھی دشمن ہے اور موسیٰ کا بھی۔ اور ہم نے اپنی طرف سے تجھ پر اپنی محبت ڈال دی تا کہ تو میری نگاہ کے سامنے پرورش کیا جائے۔

ان مقامات پر جو وحی ہے وہ خفیہ طور پر نفس اور دل میں بات ڈالنے کی ہے۔ انبیائے کرامؑ کو جو وحی آتی ہے وہ شرعی احکام کی وحی آتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ پر جو وحی آتی تھی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ۝ (النجم۔۳،۴)

ترجمہ: اور وہ اپنے نفس کی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ یہ تو حکم ہے جو بھیجا ہوا ہے۔ اس وحی کو انہیں ایک بڑا طاقتور فرشتہ تعلیم کیا ہے۔ جو خوش منظر اور زور آور ہے۔ پھر وہ فرشتہ سیدھا کھڑا ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ فرشتہ نزدیک ہوا اور اتر آیا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر جو وحی نازل کرنی تھی نازل کی۔

اللہ کے رسول ﷺ کا اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ کی طرف منسوب کرنے کا قطعاً کوئی امکان نہیں، بلکہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے وحی کیا ہوا ہوتا ہے۔ وحی کی بہت سی اقسام بخاری کی احادیث سے ثابت ہیں۔ بعض اوقات وحی اس طرح نازل ہوتی کہ آپ کو گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی جو مسلسل ہوتی تھی اور بیچ میں ٹوٹتی نہیں تھی، یہ وحی نہایت سخت ہوتی تھی کہ جاڑوں کے دن میں بھی آپ پسینہ سے شرابور ہو جاتے تھے۔ کبھی آپ سواری پر ہوتے تو وہ جانور دب کر بیٹھ جاتا۔ بعض اوقات وحی اس طرح نازل ہوتی کہ چہرۂ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی تھی۔ وحی کی ایک قسم یہ تھی کہ فرشتہ انسانی شکل میں آ کر اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا دیتا تھا۔ عموماً حضرت جبرئیلؑ حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی شکل میں تین مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ظاہر ہوئے۔ وحی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ جبرئیلؑ بغیر کسی صورت میں سامنے آئے آپ کے قلبِ مبارک میں کوئی بات القا فرما دیتے تھے،

اسے اصطلاح میں ''نفث فی الروع'' کہتے ہیں۔ وحی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہو، یہ آپ کو بیداری کی حالت میں معراج کے سفر میں حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ خواب میں بھی آپ اللہ سے ہم کلام ہوئے۔

(معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پہنچانے کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن حفاظتِ وحی کے لحاظ سے وحی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وحیٔ متلو یعنی قرآن اور (۲) وحیٔ غیر متلو یعنی احادیثِ رسول ﷺ اور سنتِ رسول ﷺ۔

ایک فرقہ جس نے اپنے آپ کو 'اہلِ قرآن' کے نام سے موسوم کر رکھا ہے وہ وحیٔ غیر متلو کا انکار کرتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے اعتماد پر وحیٔ متلو کو ماننا اور وحیٔ غیر متلو کا انکار کرنا کتنی بے عقلی کی بات ہے! گویا یہ فرقہ رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ ایمان تو اللہ کے رسول ﷺ كُلُّ مَا جَآءَ بِهٖ عِنْدَ اللّٰهِ (جو کچھ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں) سب پر ایمان لانا ہے۔ ان لوگوں کا مزعومہ یہ ہے کہ صرف قرآن ہی پر ایمان لانا اور اسی کے مطابق عمل کرنا ہے، اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عمل نہیں کرنا ہے۔ یہ احادیث وسنتِ رسول ﷺ کا انکار کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے اسوہ کو قابلِ عمل نہیں سمجھتے، اس لئے یہ بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ان کا مزعومہ ہی غلط ہے۔ صرف چند ہی آیات ذکر کی جا رہی ہیں، جن سے پتہ چل جائے گا

کہ یہ فرقہ اصل میں قرآن ہی کا منکر ہے۔

(۱) وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (النساء۔۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

(۲) مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا۝ (النساء۔۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ پھیرلیا تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

(۳) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا۝ (النساء۔۶۵)

ترجمہ: پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایمان والے نہیں ہوسکتے جب تک اپنے تمام باہمی نزاعات میں آپ ہی کو منصف نہ بنائیں، پھر جو فیصلہ بھی آپ کریں اس پر دل میں تنگی نہ پائیں اور آپ کے فیصلہ کو خوشی خوشی تسلیم کریں۔

(۴) لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا۝ (الاحزاب۔۲۱)

ترجمہ: درحقیقت تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔اس شخص کے لئے جو اللہ کی ملاقات کا امیدوار ہے اور قیامت کے دن کا خوف رکھنے والا ہے

اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔

(۵) وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰیO اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰیO (النجم۔۳،۴)

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ یہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جارہی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے فرائض جو بیان کئے ہیں وہ تلاوتِ آیات، قرآن کی تعلیم، اس کے احکام کو سکھانا اور تزکیہ کرنا ہے۔ اس مضمون کی آیات قرآن میں چار مقامات پر آئی ہیں۔ سورۂ بقرہ میں دو مقامات پر آیت نمبر ۱۲۵، اور آیت نمبر ۱۵۱، میں اور سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴، میں اور سورۂ جمعہ آیت نمبر ۲ میں۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍO (آل عمران۔۱۶۴)

ترجمہ: واقعی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ انہی میں سے ان کی جنس سے ایک ایسا رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے، ان کو کتاب (قرآن) کی تعلیم دیتا ہے اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

سورۂ نحل میں اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ واضح طور پر یہ بات ارشاد

فرمائی کہ جو قرآن نازل کیا گیا ہے، اس کا مطلب بیان کرنا رسول ہی کی ذمہ داری ہے۔

وَاَنۡزَلۡنَا اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ o

(النحل۔۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے تا کہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں، وہ احکام آپ ان کے روبرو خوب کھول کر بیان کر دیں اور تا کہ وہ لوگ غور وفکر کریں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق کچھ متکبر اور پیٹ بھرے لوگوں نے احادیثِ رسول ﷺ اور سنتِ رسول ﷺ کا انکار کیا اور قرآنِ کریم کی من مانی تشریح کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور کئی لوگوں کو گمراہ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی ان لوگوں پر صادق آ گئی۔

عَنۡ اَبِیۡ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ لَا اُلۡفِيَنَّ اَحَدَكُمۡ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيۡكَتِهٖ يَاۡتِيۡهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ اَمۡرِیۡ مِمَّا اَمَرۡتُ بِهٖ اَوۡ نَهَيۡتُ عَنۡهُ فَيَقُوۡلُ لَا اَدۡرِیۡ مَا وَجَدۡنَا فِیۡ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعۡنَاهُ (احمد، ترمذی، ابوداود، ابنِ ماجہ، بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے چھپر کھٹ پر تکیہ لگائے ہوئے ہو اور میرے ان احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے کوئی

حکم اس کے پاس پہنچے اور وہ (اسے سن کر) یہ کہہ دے کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ ہمیں خدا کی کتاب میں ملا ہم نے اس کی اتباع کی۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَا یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَھْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقْطَةُ مُعَاھِدٍ اِلَّا اَنْ یَّسْتَغْنِیَ عَنْھَا صَاحِبُھَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَیْھِمْ اَنْ یَّقْرُوْہُ فَاِنْ لَّمْ یَقْرُوْہُ فَلَهٗ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ

(ابوداود، دارمی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی۔ خبردار! عنقریب اپنے چھپر کھٹ پر پڑا ہوا ایک شخص کہے گا کہ اس قرآن کو اپنے اوپر لازم جانو (یعنی فقط قرآن ہی سمجھو اور اس پر عمل کرو) اور جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جس چیز کو تم قرآن میں حرام پاؤ اس کو حرام جانو۔ حالانکہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے وہ بھی اس کے مانند ہے جیسے خدا نے حرام کیا۔ خبردار! تمہارے لئے نہ اہلی (گھریلو) گدھا حلال کیا ہے اور نہ کچلی رکھنے والے درندے، اور نہ تمہارے لئے معاہد (یعنی وہ قوم جس سے معاہدہ کیا گیا ہو) کا

لقطہ حلال کیا ہے، مگر وہ لقطہ حلال ہے جس کی پرواہ اس کے مالک کو نہ ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو اس قوم پر لازم ہے کہ اس کی مہمانی کریں۔ اگر وہ مہمانی نہ کریں تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ مہمانی کے بقدر ان سے حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کو صحیح سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۳) اقوام کا عروج وزوال قرآنِ حکیم سے وابستہ ہے

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتابِ پاک (قرآنِ مجید) کی وجہ سے کتنی ہی قوموں کو اونچا کرے گا اور کتنی ہی قوموں کو نیچے گرائے گا۔

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی صفتِ قائمہ اور بندوں کے لئے اس کا فرمان اور عہد نامہ ہے، اس کی وفاداری اور تابعداری اللہ تعالیٰ کی وفاداری اور تابعداری ہے۔ اسی طرح اس سے انحراف اور بغاوت اللہ تعالیٰ سے انحراف اور سرکشی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اور جو امت خواہ وہ کسی نسل سے ہو، اس کا کوئی بھی رنگ اور کوئی بھی زبان ہو، قرآن مجید کو اپنا راہنما بنا کر اپنے کو اس کا تابعدار بنا دے گی اور اس کے ساتھ وہ تعلق رکھے گی جو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے اس کا حق ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سربلند کرے گا اور اس کے برعکس جو قوم اور امت اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی، وہ اگر بلندیوں کے آسمان پر بھی ہوگی تو نیچے گرادی جائے گی۔ اسلام اور مسلمانوں کی پوری تاریخ اس حدیث کی صداقت کی

گواہ اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کی آئینہ دار ہے۔

نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب انتہائی جہالت کی حالت میں تھے۔ جزیرۂ عرب دنیا سے کٹا ہوا ایک علاقہ تھا جہاں قبائلی اور خاندانی نظام تھا۔ عصبیت اور جنبہ داری بے حد شدید تھی۔ بات بات پر جنگ کرنا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ ایک دوسرے کو قتل کرنا ان کے لئے کھیل اور تفریح تھا۔ معمولی واقعہ پر طویل خون ریز جنگ کا سلسلہ چلتا تھا۔ ان کی ایک لڑائی ''جنگِ بُعاث'' ایک سو بیس (۱۲۰) سال تک چلتی رہی! خانۂ کعبہ جو حضرت ابراہیمؑ نے ایک اللہ کی بندگی کے لئے تعمیر کیا تھا وہاں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت رکھے ہوئے تھے۔ وہ شراب اور جوئے کے رسیا تھے، شراب ان کی گھٹیوں میں پڑی ہوئی تھی اور عربی زبان میں شراب کے ایک ہزار نام ہیں۔ ان کی قساوتِ قلبی اور حمیتِ جاہلی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے۔ قافلوں کو لوٹنا اور بے گناہوں کو تہِ تیغ کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ عورتوں کی ان کی یہاں کوئی عزت نہیں تھی۔ ایک مرد جتنی عورتوں سے چاہتا نکاح کرسکتا تھا۔ مکان کے دوسرے اسباب کی طرح عورت جہاں چاہے منتقل کی جاسکتی تھی یا وراثت میں ملتی۔

نبی ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کے بعد آپ ﷺ پر ایمان اور قرآنی تعلیمات پر عمل نے ان کی کایا پلٹ دی۔ ابتداءً اللہ کے رسول ﷺ سے کچھ مخالفت ہوئی پھر فتحِ مکہ کے وقت پورا جزیرۃ العرب اسلام کے ماتحت آگیا۔ قرآن کو انہوں

نے اپنے فکر وعقیدہ، عمل اور حرکت کی بنیاد بنایا۔ جیسا جیسا قرآن نازل ہوتا تھا یہ اس پر عمل کر کے ایک نئے انسان اور ایک نئی قوم بن گئے۔ انہوں نے اس کے اوامر اور نواہی کو اپنی زندگی میں جائز مقام دیا۔ اسلامی قانون کو معاشرے میں نافذ کیا۔ اپنی سیاست کا مدار اس کتاب پر رکھا اور اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی اس کتاب کی روشنی میں وضع کی۔ اس کتاب کی دعوت کو لے کر ساری دنیا میں پھیل گئے اور ایک چوتھائی صدی کے اندر آدھی دنیا پر ان کا غلبہ ہو گیا۔ اونٹوں کی نکیل پکڑنے والوں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کی زمامِ اختیار دے دی۔ کجاوے میں بیٹھنے والوں کو اللہ نے قیصر وکسریٰ کے تخت وتاج کا مالک بنا دیا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حکومت کا رقبہ ہندوستان سے چار گنا بڑا تھا، پھر حضرت عثمانؓ کے دور میں اس سے زیادہ پھیلاؤ ہوا۔ مسلمان جہاں بھی قرآن کی دعوت لے کر گئے کامیابی ان کے قدم چومتی رہی۔ پھر جب قرآن سے تعلق کمزور ہوتا گیا، عقائد میں فساد پیدا ہوا، اعمال میں بگاڑ پیدا ہوا، دنیا پرستی کا مرض گھس آیا تو مسلمان زوال کی طرف لوٹنے لگے۔ آج مسلمانوں کی اتنی حکومتیں ہونے کے باوجود بھی قرآن کا نظام کہیں بھی قائم نہیں ہے، بڑی طاقتوں سے ڈرے اور سہمے ہوئے ہیں اور جو مسلمان دوسری قوموں کے ماتحت ہیں یا نام نہاد جمہوری حکومتوں کے نظام میں زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ انتہائی ذلت اور خواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں، انہیں اسلام پر پوری طرح عمل کرنے کی اجازت تک نہیں ہے، انہیں ہر طرح ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا گیا

ہے۔علامہ اقبالؒ نے جو بات فرمائی تھی وہ ہو بہو پوری ہوئی ۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہوکر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

ہمارے شیخِ دوم، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ایک شعر بہت لطف سے پڑھا کرتے تھے ۔

وعدۂ غلبہ ہے مومن کے لئے قرآن میں
جو تو غالب نہیں تو کسر ہے تیرے ایمان میں

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور۔۵۵)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح حکمران بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو حکمران بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو خدا نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اس دین کو ان کے لئے مستحکم کردے گا اور اس وقت دشمنوں کا جو خوف ان کو لاحق ہے ان کے اس خوف کو مبدل بہ امن کردے گا تاکہ وہ میری ہی عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص اس وعدے کے پورا ہوجانے کے بعد ناشکری کی روش اختیار کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق اور نافرمان ہیں۔

کاش کہ ہماری قوم کواس کا احساس ہوتا اوراللہ کی طرف رجوع کرتے اور اللہ کی کتاب سے اپنے تعلق کواستوار کرتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی کتاب کومضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطافرمائے اوراپنے فضل وکرم سے ہمیں دنیامیں عروج بخشے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۴) قرآنِ حکیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سب سے بڑا معجزہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنَ الْاَنْبِیَآءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیائے کرامؑ میں سے کوئی بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کو خاص خاص معجزات عطا نہ ہوئے ہوں، جن کے مناسب لوگ ان پر ایمان لائے مگر جو خاص معجزہ مجھ کو عنایت ہوا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن سب انبیاء کی اتباع کرنے والوں سے بڑھ کر میری امت کی تعداد ہوگی۔

معجزات کے سلسلہ میں یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئیے کہ معجزہ کی حقیقت میں یہ داخل ہے کہ وہ اسبابِ مادیہ اور عادیہ کے بغیر براہِ راست اللہ کی قدرت کا مظہر ہوتا ہے۔ کوئی بھی مخلوق اس طرح پیش کرنے سے عاجز ہوتی ہے، اس لئے اس کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ معجزہ کے لئے سائنس اور عقلی (Rationalistic) دلائل تلاش کرنا فضول ہے جیسا کہ کچھ جدید تعلیم یافتہ لوگوں نے کوشش کی۔ معجزہ

دراصل اللہ کا فعل ہوتا ہے جو کسی نبی کی تائید کے لئے ہوتا ہے۔ انبیاء کے علاوہ صالحین اور اولیاء اللہ کے لئے اگر ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے تو وہ ''کرامت'' کہلاتی ہے اور اگر کسی کافر، فاسق سے ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے تو وہ ''استدراج'' کہلاتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے اللہ کے حکم سے آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن گئی۔ حضرت موسیٰؑ کو عصا اور یدِ بیضاء کے معجزات عطا کئے گئے تھے، عصا زمین پر ڈال دیتے تو اللہ کے حکم سے وہ اژدھا بن جاتا تھا، اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالتے تو چاند کی طرح چمکنے لگتا۔ حضرت عیسیٰؑ مٹی کے گارے سے پرندہ بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا۔ مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہی اللہ کے حکم سے شفاء ہو جاتی اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتے۔ انبیائے کرامؑ کے سب معجزات ان کی ذات کی حد تک تھے، ان کے ساتھ وہ معجزات بھی ختم ہو گئے لیکن ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ قرآنِ حکیم ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے۔ قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس طرح اللہ کی ذات ہمیشہ قائم و دائم ہے، یہ معجزہ بھی ہمیشہ کے لئے قائم و دائم رہے گا۔

عربوں کو اپنی عربی زبان کی فصاحت و بلاغت پر بڑا فخر تھا اور دنیا کے تمام لوگوں کو وہ اعجمی (گونگے) کہتے تھے۔ ان کی قوم میں ایسے شعراء گزرے کہ جن کے قصائد خانۂ کعبہ پر لٹکائے گئے تھے، جنہیں ''سبع معلقات'' کہتے ہیں۔ ان شاعروں کو لوگ سجدہ کرتے تھے۔

قرآنِ حکیم نبی ﷺ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل اور معجزہ ہے جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ سارے انسانوں اور سارے جنوں کو قیامت تک کے لئے یہ چیلنج دیا گیا کہ قرآن کی مثل ایک سورت ہی بنا کر پیش کریں۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ○ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ○ (البقرہ۔۲۳،۲۴)

ترجمہ: اور اگر واقعی تمہیں اس کتاب کی نسبت جو ہم نے اپنے نبی کی طرف نازل کی ہے کچھ شک ہو تو تم اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی بنا کر لے آؤ اور تم اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور تم یقیناً ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، وہ آگ منکروں کے لئے تیار کی جا چکی ہے۔

نبی ﷺ کے معجزات تو ہزاروں ہیں اور حیرت انگیز ہیں لیکن آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآنِ عظیم ہے اور اس معجزہ کو انبیائے کرامؑ کے معجزات سے ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ ہر نبی اور رسول کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کے معجزات ظاہر فرماتے رہے مگر یہ معجزات انہی کے ساتھ ختم ہو گئے لیکن قرآنِ حکیم ایک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

قرآنِ کریم میں چھوٹی بڑی ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتیں ہیں۔ اس آیت

میں لفظ سورت لایا گیا ہے، جس کا اطلاق قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت پر بھی ہوتا ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں اس قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شک اور تردد ہے، یہ سمجھتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی دوسرے انسان نے خود بنالیا ہے تو اس کا فیصلہ آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ تم بھی قرآن کی کسی چھوٹی سی چھوٹی سورت کے مثل بنا کر لاؤ۔ اگر تم اس کی مثال بنانے میں کامیاب ہو گئے تو بے شک تمہارا حق ہوگا کہ تم اس کو کسی انسان کا کلام قرار دو اور اگر تم عاجز ہو گئے تو سمجھو کہ یہ انسانی طاقت سے بالاتر خالص اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔ (معارف القرآن۔ جلداول)

پھر فرمایا گیا کہ اس کام کے لئے تم اپنے تمام مددگاروں کو بلاؤ۔ تمام جن وانس مل کر بھی اس کے مانند کوئی کلام نہیں پیش کر سکتے۔ یہ کسی خاص زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے چیلنج ہے۔

قرآن کے معجزہ ہونے کے دلائل:

(۱) سب سے پہلے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ یہ عجیب وغریب کل علوم کی جامع کتاب، کس ماحول میں اور کس پر نازل ہوئی اور کیا وہاں کچھ ایسے علمی سامان موجود تھے جن کے ذریعہ ایسی کتاب تیار ہو سکے؟ جو علومِ اولین وآخرین کی جامع اور انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہدایت پیش کر سکے؟

عرب پوری دنیا سے کٹا ہوا اور تعلیم کے لحاظ سے پسماندہ علاقہ تھا۔ وہاں کسی قسم کے علم وتعلیم کا چرچا ہی نہیں تھا۔ نہ کوئی اسکول، نہ کالج، نہ یونیورسٹی، ہاں یہ

اور بات ہے کہ ان کی زبان عربی فصیح و بلیغ زبان تھی جس پر وہ فخر کرتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد گزر چکے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو دادا کی سرپرستی حاصل رہی، وہ بھی جب کہ آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال کی تھی وفات پا گئے اور آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی میں آ گئے۔ آپ ﷺ کے سرپرستوں نے آپ کی تعلیم کا کوئی انتظام ہی نہیں کیا۔ آپ ﷺ اُمی محض تھے۔ آپ ﷺ کیا بلکہ ساری قوم ہی ''امیین'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ چالیس سال تک اُمی رہنے کے بعد اچانک یہ کلام آپ کی زبانِ مبارک پر آنے لگا جس کا نام قرآن ہے۔ جو اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اور معنوی علوم وفنون کے لحاظ سے محیر العقول کلام ہے اور اس کلام کو آپ ﷺ نے اپنی نبوت و رسالت کی دلیل کے طور پر پیش کیا۔ آپ ﷺ کے مخالفین آپ کو شکست دینے کے لئے اپنی جان، مال، اولاد و آبرو سب گنوانے کو تیار ہو گئے مگر کسی سے اتنی قدرت نہ ہوسکی کہ قرآن کے مثل ایک چھوٹی سی سورت بنا کر پیش کر سکے۔ بلاشبہ قرآن ایک معجزہ ہے۔

(۲) قرآن کے احکام تو سارے انسانوں کے لئے ہیں لیکن پہلے براہِ راست عرب ہی مخاطَب تھے، جن کو کوئی اور فن نہیں آتا تھا مگر فصاحت و بلاغت ان کا فطری اور پیدائشی وصف تھا، جس میں وہ اقوامِ دنیا سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ قرآن ان کو مخاطب کر کے چیلنج کرتا ہے کہ تم کو میرے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شبہ ہے تو تم میرے مثل کوئی سورت بنا کر دکھلاؤ۔ اگر فی الواقع یہ کلام قدرتِ بشری سے باہر نہیں

تھا تو بُلغاءِ عرب کے لئے کیا مشکل تھا کہ ایک اُمی شخص کے کلام کی مثال بلکہ اس سے بہتر کلام فوراً پیش کر دیتے۔ غیرت دلانے پر بھی عرب کی غیور قوم پوری طرح خاموش رہی اور چند سطریں بھی مقابلہ پر پیش نہیں کر سکی۔

عرب کے سرداروں نے قرآن اور اسلام کو مٹانے کے لئے نبی ﷺ کو اور آپ کے رفقاء کو طرح طرح کی ایذائیں دیں مگر جب انہوں نے دیکھا کہ "یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے" تو خوش آمدی کا پہلو اختیار کیا۔ عتبہ نے آپ ﷺ کے سامنے نمائندۂ قوم بن کر آپ کو دولت، حکومت اور بہترین حسن و جمال والی لڑکیوں کی پیش کش کی کہ اس کام سے آپ باز آجائیں اور جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو جنگ اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اس کے بے مثال ہونے کا اعتراف کیا۔ ابو جہل اور اخنس بن شریق لوگوں سے چھپ کر قرآن سنا کرتے تھے۔ ولید بن مغیرہ کو یہ مشکل پیش آئی کہ لوگ آپ ﷺ کا کلام سنیں گے تو فریفتہ ہو جائیں گے، کس طرح لوگوں کو آپ ﷺ کے کلام سے بدظن کیا جائے؟ اس کے لئے قریش نے ایک مشورہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کو شاعر کہا جائے تو اس نے کہا کہ قرآن شاعری نہیں ہے۔ تو پھر کہا کہ آپ کو کاہن کہا جائے تو اس نے کہا کہ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے لوگ ہم کو جھوٹا کہیں گے۔ تو ولید بن مغیرہ نے کہا کہ خدا کی قسم تم میں سے کوئی آدمی شعر و شاعری میں میرے برابر واقف نہیں ہے۔ خدا کی

قسم اس کلام میں خاص حلاوت ہے اور خاص رونق ہے، جو کسی شاعر کے فصیح اور بلیغ کلام میں نہیں ہے۔تو قوم نے کہا کہ آپ ہی بتائیں کہ محمد ﷺ کے کلام کے متعلق ہم کیا کہیں؟ تو اس نے کہا کہ ان کو ساحر کہو کہ اپنے جادو سے باپ اور بیٹے میں اور میاں بیوی میں تفریق ڈال دیتے ہیں۔

(۳) قرآن نے غیب کی اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کی جو خبریں دیں وہ ہو بہو پیش آئے مثلاً قرآن نے یہ خبر دی کہ روم فارس کے مقابلہ میں ابتداءً مغلوب ہو گئے ہیں لیکن دس سال کے اندر ہی پھر غالب آجائیں گے (سورۂ روم)۔مکہ کے سرداروں نے قرآن کی اس خبر پر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شرط کر لی پھر قرآن کی خبر کے مطابق جب رومی غالب آگئے تو سب کو اپنی ہار تسلیم کرنی پڑی اور جو مال شرط میں طے تھا دینا پڑا۔اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو قبول نہیں فرمایا کیونکہ اس میں ایک قسم کا جوا تھا۔

(۴) قرآن کے معجزہ ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ اس میں پچھلی امتوں اور ان کی شرائع اور تاریخی حالات کا ایسا صاف تذکرہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علمائے اہلِ کتاب جو کتابوں کے ماہر سمجھے جاتے تھے نہیں جانتے تھے۔اللہ کے رسول ﷺ نے نہ کسی مکتب میں قدم رکھا نہ کسی عالم سے فیض اٹھایا اور نہ ہی کسی کتاب کو ہاتھ لگایا۔ابتدائے دنیا سے آپ کے زمانہ تک صحیح حالات بیان کرنا یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہوسکتا ہے مزید یہ کہ اہلِ کتاب کے حالات سن کر یہود و نصاریٰ

کے علماء کسی بات کی تردید نہ کرسکے۔

(۵) متعدد آیات میں لوگوں کے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی گئی اور پھر ان کے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ یہ بات صحیح اور سچی تھی۔ یہ کام بھی عالم الغیب والشہادۃ ہی سے ہوسکتا ہے مثلاً:

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا (آل عمران۔۱۲۲)

ترجمہ: جو تمہاری دو جماعتوں نے دل میں ارادہ کیا کہ پسپا ہوجائیں۔

يَقُوۡلُوۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ لَوۡ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوۡلُ (المجادلہ۔۸)

ترجمہ: وہ لوگ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا؟

یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کو انہوں نے کسی سے ظاہر نہیں کیا تھا۔ قرآنِ کریم نے ہی ان کا انکشاف کیا۔

(۶) چھٹی وجہ وہ آیات ہیں جن میں قرآن نے کسی قوم یا فرد کے متعلق یہ پیش گوئی کی تھی کہ وہ فلاں کام نہ کرسکیں گے پھر باوجود ظاہری قدرت کے اس کو نہ کرسکے جیسے یہود جو اپنے آپ کو اللہ کے چہیتے اور بیٹے کہتے تھے، ان سے کہا گیا کہ اگر تم واقعی ویسے ہو تو ذرا موت کی تمنا کرکے دکھاؤ، کیونکہ جو اللہ کا پیارا اور چہیتا ہے وہ اللہ کے پاس جانے سے گھبراتا نہیں۔

وَلَنۡ يَّتَمَنَّوۡهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ بِالظّٰلِمِيۡنَ ۝ (البقرہ۔۹۵)

ترجمہ: اوران اعمال کی وجہ سے جوان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں یہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

(۷) وہ خاص کیفیت جو قرآن کے سننے سے ہر خاص اور عام، مومنوں اور کافروں پر طاری ہوتی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بدر کے قیدیوں کے متعلق گفتگو کروں۔ میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہنچ رہی تھی۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ (بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے اور اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں)، اچانک میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا۔ میں نے فوراً اسلام قبول کیا۔ مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آجائے گا۔ (قرطبی)

(۸) دنیا کی کوئی بہتر سے بہتر اور دلچسپ کتاب دو چار مرتبہ پڑھ لی جائے تو انسان کی طبیعت اکتا جاتی ہے پھر پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ صرف قرآن کا خاصہ ہے کہ اس کو جتنا کوئی زیادہ پڑھتا ہے، اس کا شوق و رغبت بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس کو بار بار پڑھنے اور سننے سے کوئی اکتاتا نہیں۔ یہ بھی کلامِ الٰہی ہونے ہی کا اثر ہے۔

(۹) قرآن نے اعلان کیا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے۔ وہ قیامت تک بغیر کسی تغیر اور ترمیم کے باقی رہے گا۔ آج قرآن کے نزول کو پندرہ سو

سال ہونے کو آئے ہیں، ہر زمانہ میں لاکھوں انسان رہے ہیں اور رہیں گے جن میں پورا قرآن اس طرح محفوظ رہا ہے کہ ایک زیر اور زبر کی غلطی کا بھی امکان نہیں۔ مرد، عورت، بچے اس کے حافظ ملیں گے۔ کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی اگر کہیں غلطی کر جائے تو ایک چھوٹا سا بچہ اس کی غلطی پکڑ لے گا۔ دنیا کا کوئی مذہب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق اس کی مثال تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ بہت سے مذاہب کی کتابوں کے متعلق تو آج یہ پتہ چلانا بھی مشکل ہو گیا ہے کہ اس کی اصل کس زبان میں آئی تھی اور اس کے کتنے اجزاء تھے۔

کتاب کی صورت میں بھی جتنی طباعت واشاعت قرآن کی ہوئی ہے دنیا کی کسی کتاب کی نہیں ہوئی۔ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں اس کے اصل نسخے کے علاوہ اس کے تراجم موجود ہیں۔ خدانخواستہ سارے نسخے جلا دیئے جائیں تو چند ہی گھنٹوں میں حفاظ کے ذریعہ سے اس کو صفحۂ قرطاس پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) دسویں وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اتنے مختصر حجم میں اور محدود کلمات میں اتنے علوم اور معارف کا احاطہ کیا ہے جو آج تک کسی کتاب نے نہیں کیا اور نہ آئندہ کر سکتی ہے۔ اتنے علوم وفنون اس میں جمع کئے گئے ہیں جو تمام کائنات کی دائمی ضروریات اور انسان کی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حال سے متعلق پورا مرتب اور بہترین نظام پیش کر سکتے ہیں۔ عمرانیات، اجتماعیات اور سیاستِ ممالک کے ہر پہلو پر احکام ملتے ہیں۔ پھر صرف نظری اور علمی طور پر نظام پیش کرنا ہی نہیں بلکہ عملی طور پر

اس کا رواج پانا اور تمام نظامہائے دنیا پر غالب آکر قوموں کے مزاج، اخلاق، اعمال، معاشرت اور تمدن میں وہ انقلابِ عظیم پیدا کرنا جس کی نظیر نہ قرونِ اولیٰ میں مل سکتی ہے نہ قرونِ مابعد میں، یہ حیرت انگیز انقلاب کیا کسی انسان کی قدرت اور اس کی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہوسکتا ہے؟ خصوصاً جب کہ وہ انسان بھی اُمی اور اس کی قوم بھی اُمی ہو۔

یہی وہ حیرت انگیز تاثیرات ہیں جن کی وجہ سے قرآن کو کلامِ الٰہی ماننے پر ہر وہ شخص مجبور ہے جس کی عقل و بصیرت کو تعصب و عناد نے بالکل ہی مسخ نہ کر دیا ہو۔
(ملخصاً معارف القرآن۔ جلد اول)

مزید تفصیل درکار ہو تو علمائے کرام نے قرآن کے معجزہ ہونے پر بے شمار کتابیں ''اعجاز القرآن'' کے نام سے تصنیف فرمائی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن پر پورا یقین رکھتے ہوئے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۵) قرآن اللہ کا کلام ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ (حاکم، ابوداود، ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور تقرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے مگر اسی چیز سے جو اس سے نکلی ہے یعنی قرآن۔

قرآنِ مجید کی بے انتہاء عظمت کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے، یہاں تک کہ زمینی مخلوقات میں کعبۃ اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی مقدس ہستیاں اور عالمِ بالا اور عالمِ غیب کی مخلوقات میں عرش، کرسی، لوح وقلم، جنت اور جنت کی نعمتیں اور اللہ کے مقرب ترین فرشتے، یہ سب اپنی معلوم و مسلم عظمت کے باوجود غیر اللہ اور مخلوق ہیں لیکن قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اس سے الگ کی ہوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقی صفت ہے جو اس کی ذاتِ عالی کے ساتھ قائم ہے۔ یہ اللہ پاک کا بے انتہاء کرم اور اس کی عظیم ترین نعمت ہے کہ اس نے اپنے رسولِ امین ﷺ کے ذریعہ وہ کلام ہم تک پہنچایا اور ہمیں اس لائق بنایا کہ اس کی تلاوت کر سکیں اور اپنی

زبان سے اس کو پڑھ سکیں، پھر اس کو سمجھ کر اپنی زندگی کا راہنما بنا سکیں۔

یہ اچھی طرح واضح رہنا چاہیئے کہ موصوف کی معرفت کے لئے اس کی صفات سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ''صفتِ کلام'' کے سوا کوئی صفت ایسی نہیں ہے جس پر ''مماخرج منه '' (جو اس سے نکلی ہے) کا اطلاق کیا جا سکے یعنی وجود، حیات، علم، کلام، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، تکوین، ان صفات میں سے کوئی صفت ایسی نہیں جس پر حدیثِ مذکور کا اطلاق صحیح ہو سکے۔ کلام اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز اس کی معرفت کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے کلام میں جس طرح متکلم جلوہ گر ہوتا ہے کسی دوسری صورت میں نظر نہیں آتا گویا کلام اپنے متکلم کے لئے بمنزلۂ ایک آئینہ کے ہوتا ہے۔ اب اس آئینہ میں اس متکلم کا جلوہ دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں درکار ہیں۔ روشن آنکھیں اس کے جلوہ کا کچھ نہ کچھ نظارہ کر ہی لیتی ہیں اور بے بصیرت آنکھیں محروم رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور قرب کا سب سے یقینی ذریعہ اس کا کلام قرآنِ مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اس کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ نماز کے تعلق سے ارشاد ہوتا ہے۔ ''اقم الصلوة لذكرى '' (میری یاد کے لئے نماز قائم کرو) نماز کا اہم رکن تلاوتِ قرآن ہے۔ اگر نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ جتنے بھی اذکار ہیں وہ سب قرآن ہی سے ماخوذ ہیں۔ قرآنِ کریم کا ایک صفحہ بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور شئون کا ذکر نہ ہو۔ تلاوتِ قرآن

کرنے والے کو وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے جہاں وہ اپنے رب کو دیکھتا تو نہیں مگر اس کو **کانك تراہ** (گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے) کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ تذکُّر، تفکُّر اور تدبُّر وہ اسباب ہیں جو قرآن کی تلاوت کرنے والے کی طرف سے معرفتِ ایزدی میں معین ہوتے ہیں لیکن یہاں اسبابِ معرفت جو بھی ہوں خود اللہ سبحانہ تعالیٰ بندہ کی جانب سے بندہ پر فائز ہوتے ہیں۔ عام مصنفین کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی تصانیف کا پڑھنے والا ان کی انس و محبت کے لئے جالب بن جاتا ہے۔ پھر جس کی محبت اپنے بندوں پر بلا سبب ہو، اس کے کلام کو کوئی بندہ پڑھے تو اس کی محبت کا عالم کیا ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی آواز کی طرف اللہ تعالیٰ اتنی توجہ نہیں فرماتے جتنی اس نبی کی آواز کی طرف جو خوش آوازی سے کلامِ الٰہی پڑھتا ہو۔

جب حق سبحانہ تعالیٰ کی قاریٔ قرآن پر یہ توجہ ہو تو پھر اس کی معرفت اور قربت کے حصول کا ذریعہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ نبی کی قید اس لئے نہیں لگائی گئی کہ اس بحرِ ذخار سے مستفید وہی ہوتا ہے بلکہ اس لئے ہے کہ کلام جس قدر عالی ہے اس کے پڑھنے کا سلیقہ بھی اتنا ہی عالی ہونا چاہیئے اور وہ نبی ہی ادا کر سکتا

ہے۔ عام مسلمانوں کو مضطرب ہونے کی بات نہیں کیونکہ سمندر کی موجیں اپنی جگہ اٹھ رہی ہیں اور معرفتِ الٰہی کے مشتاق قلوب سے جا کر ٹکرا رہی ہیں۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے یا بے سمجھے مگر اس کے دریائے فیض سے محروم کوئی بھی نہیں ہے۔ جس کا راز یہ ہے کہ کلامِ انسانی میں کلمات صرف آلہ ہیں مقاصد میں سے نہیں جیسا کہ ترکاریوں میں چھلکا مقصود نہیں اس کا مغز مقصود ہے لیکن کلام اللہ وہ ہے جس میں چھلکا کچھ بھی نہیں صرف مغز ہی مغز ہے، اس لئے اس کے کلمات بھی مقصود ہیں اور ان کلمات کے جو معانی عالیہ مضمر ہیں وہ بھی مقصود ہیں اس لئے یہاں اگر سمجھنے والا جواہرِ مقصود سے اپنے دامن کو بھر رہا ہے تو نہ سمجھنے والا بھی کلماتِ عالیہ کی برکات اور فیوض سے بہرہ ور ہے۔

(ملخصاً ترجمان السنہ۔ جلد چہارم)

حضرت تھانویؒ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ شاہِ ایران کے ذہن میں ایک مصرع آیا اور زبان پر جاری ہوگیا۔ ع

دُرِ ابلق کسے کم دیدہ موجود

(بھورے [چتکبرے] رنگ کا موتی کم کسی نے دیکھا ہوگا)

شاہ نے درباریوں سے کہا کہ اس کے لئے دوسرا مصرع لگاؤ۔ درباری شعراء نے بہت کوشش کی مگر کوئی مصرع مناسب نہیں بن سکا، بادشاہ ان سے ناراض ہوگیا۔ یہ مصرع اس نے ہندوستان بھیج دیا جہاں اورنگ زیب عالمگیرؒ کی حکومت تھی۔

اورنگ زیبؒ کی صاحب زادی زیب النساء جو صاحبِ علم تھی اور اس کی شاعری کی بڑی دھوم تھی۔ شاہِ ایران کے اس مصرع کی اسے بھی خبر ہوئی۔ ایک دن وہ سرمہ لگارہی تھی کہ اچانک اس کی آنکھ سے سرمہ آلودہ آنسو نکل پڑا تو اس کے ذہن میں یہ مصرع آیا ع

مگر اشکِ بتانِ سرمہ آلود

(مگر معشوق کے سرمہ آلود اشکوں کے سوا)

شعر مکمل ہونے پر اورنگ زیب عالمگیرؒ نے شاہ ایران کو بھیج دیا۔ شاہ ایران اس موزوں مصرع کی وجہ سے بہت خوش ہوا اور پیش کش کی کہ ہم اس شاعر کو دیکھنا چاہتے ہیں لہٰذا شاعر کو بھیج دیجئے۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ شاعر نہیں بلکہ شاعرہ ہے اور وہ بھی بادشاہ کی صاحب زادی ہے۔ اورنگ زیب غصہ سے بھرا ہوا اپنی لڑکی کے پاس آیا اور بولا کہ میں اسی دن کے لئے تجھے شعر گوئی سے منع کرتا تھا کہ اب تجھے دیکھنے کے لئے ایران بلایا جارہا ہے! لڑکی نے بصد ادب عرض کیا جہاں پناہ پریشان نہ ہوں جواب میں یہ شعر لکھ کر ان کو بھیج دیں۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

(جس طرح پھول کی خوشبو اس کے پتیوں میں چھپی ہوئی ہے اسی طرح میں اپنے کلام میں موجود ہوں جو کوئی مجھے دیکھنا چاہتا ہے میرے کلام میں دیکھ لے)

اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے لوگ مختلف صوفیاء کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اوراس کا قرب حاصل کرنے کے لئے مختلف اعمال ووظائف کرتے ہیں مگر جو چیز مسنون اور مقبول (تلاوتِ قرآن اور تدبرِ قرآن) ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے !

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو قرآن سے گہرا ربط پیدا کرنے اور کما حقہ تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۶) قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ (حاکم، ابوداود، ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور تقرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے مگر اسی چیز سے جو اس سے نکلی ہے یعنی قرآن۔

اس سے پہلی مجلس میں یہ بات آچکی ہے کہ قرآن کی عظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، اس کی صفتِ حقیقی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ دوسری صدی ہجری میں مسلمانوں کا تعارف یونانی فلسفہ سے ہوا، یہ فلسفہ محض چند خیالات وقیاسات کا مجموعہ اور الفاظ کا ایک طلسم تھا جس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ دینی فلسفیوں کے اس گروہ کی امامت ”معتزلہ“ کر رہے تھے جو اپنے وقت کے روشن خیال عالم اور پرجوش متکلم تھے۔ انہوں نے ان علمی بحثوں کو کفر وایمان کا معیار بنا دیا۔ ان کے مقابلہ میں محدثین اور فقہاء کا گروہ تھا جو ان مسائل میں سلف کے مسلک کا قائل تھا اور ان فلسفیانہ تعبیرات کو مضر اور غلط سمجھتا تھا۔ ہارون رشید کے دورِ خلافت تک معتزلہ کو عروج نہیں ہوا تھا مگر مامون کے دور میں جو یونانی

فلسفہ اور عقلیت سے مرعوب تھا معتزلہ کو عروج ہوا۔ قاضی ابن ابی دُواد معتزلہ کے افکار ونظریات کا پر جوش داعی اور مبلغ تھا اور سلطنتِ عباسیہ کا قاضی القضاۃ ہو گیا تھا۔ مامون میں اعتزال کی روح اور تبلیغ کا جذبہ تو تھا، ہی ساتھ ہی ایک مطلق العنان فرماں رواؤں کی طرح عجلت پسندی اور ضد (راج ہٹ) بھی اس کے مزاج میں تھی، اس لئے اس کے دربار میں معتزلہ حاوی تھے۔ ''عقیدۂ خلقِ قرآن'' اس وقت معتزلہ کا شعار تھا اور کفر وایمان کا معیار بن گیا تھا۔ محدثین اس مسئلہ میں معتزلہ کے حریف اور مدمقابل تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور وہ خالص عربی النسل قبیلۂ شیبان سے تعلق رکھتے تھے۔ صبر وہمت اور استقامت وعزیمت اس قبیلہ کے تاریخی خصائص میں سے ہیں۔ اپنے زمانہ کے ائمہ سے آپ نے دینی علوم حاصل کر کے مہارت پیدا کی اور فقہ اور احادیث میں آپ اپنے زمانہ کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ امام شافعیؒ جب بغداد سے رخصت ہو رہے تھے تو فرمایا کہ میں نے بغداد میں احمد بن حنبل سے بڑھ کر نہ کوئی متقی دیکھا نہ فقیہ۔

اب مسئلۂ خلقِ قرآن کی مخالفت اور عقیدۂ صحیحہ کی حمایت اور حکومتِ وقت سے مقابلہ کی ذمہ داری تنہاء امام احمد بن حنبلؒ کے اوپر تھی جو گروہِ محدثین کے امام اور سنت وشریعت کے اس وقت امین تھے۔

امام احمدؒ کو ''رِقہ'' سے بغداد لایا گیا۔ چار چار بیڑیاں ان کے پاؤں میں پڑی تھیں، تین دن تک ان سے اس مسئلہ پر مناظرہ کیا گیا لیکن وہ اپنے اس عقیدہ سے نہیں ہٹے۔ چوتھے دن والیٔ بغداد کے پاس ان کو لایا گیا۔ اس نے کہا کہ احمد! تم کو اپنی زندگی ایسی دوبھر ہے مگر خلیفہ تم کو اپنی تلوار سے قتل نہیں کرے گا لیکن اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم نے اس کی بات قبول نہ کی تو مار پر مار پڑے گی اور تم کو ایسی جگہ ڈال دیا جائے گا جہاں کبھی سورج نہیں آئے گا۔ اس کے بعد امام صاحبؒ کو خلیفۂ معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کو اس انکار واصرار پر اٹھائیس (۲۸) کوڑے لگائے گئے۔ ایک تازہ جلاّد صرف دو کوڑے لگاتا تھا پھر دوسرا جلاّد بلایا جاتا تھا، امام احمدؒ ہر کوڑے پر فرماتے: **اعطونی شیئًا مِّن کتاب اللّٰہ او سنة رسوله حتی اقول به** (میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کچھ پیش کرو تو میں اس کو مان لوں)۔ اٹھائیس (۲۸) مہینے ان کو جیل میں رکھا گیا اور ان کو روزانہ ۳۳۔ ۳۴ کوڑے لگائے جاتے تھے۔ کوڑے اتنی زور سے لگائے جاتے تھے کہ اگر کسی ہاتھی کو اس سے مارا جاتا تو ہاتھی چیختا ہوا بھاگ جاتا تھا تو لوگوں نے ان کو سمجھانا چاہا اور بچاؤ کی حدیثیں سنائیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت خبابؓ کی حدیث کا کیا جواب ہے کہ پہلے بعض لوگ ایسے گزرے ہیں جن کے سر پر آرا چلایا جاتا تھا پھر بھی وہ اپنے دین سے نہیں ہٹتے تھے۔ امام احمدؒ کی بے نظیر ثابت قدمی اور استقامت سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اور مسلمان ایک بڑے دینی خطرہ سے

ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے۔ جن علماء نے اس ابتلاء میں حکومت کا ساتھ دیا تھا اور موقع پرستی اور مصلحت شناسی سے کام لیا تھا وہ لوگوں کی نگاہوں میں گر گئے۔ ان کے بالمقابل امام احمدؒ کی شان دوبالا ہوگئی۔ ان کی محبت اہلِ سنت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار اور علامت بن گئی۔ ان کے ایک معاصر کہتے ہیں کہ: **اذا رایت الرجل یحب احمد بن حنبل فاعلم انه صاحب سنةٍ** (جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کو احمد بن حنبل سے محبت ہے تو سمجھو کہ وہ سنت کا محبّ ہے)۔ ایک دوسرے معاصر کا قول ہے: **من سمعتموه یذکر احمد بن حنبل بسوء فاتهموه علی الاسلام** (جس کو تم احمد بن حنبل کا ذکر برائی سے کرتے سنو تو اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو)۔

امام احمدؒ حدیث میں امامِ وقت تھے۔ مسند کی ترتیب و تالیف ان کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ وہ مجتہد فی المذہب اور امام مستقل ہیں۔ وہ بڑے زاہد و عابد تھے۔ یہ سب فضیلتیں اپنی جگہ پر مسلم ہیں لیکن ان کی عالمگیر مقبولیت و محبوبیت اور عظمت و امامت کا اصل راز ان کی عزیمت اور استقامت، اس فتنۂ عالم آشوب میں دین کی حفاظت اور اپنے وقت کی سب سے بڑی بادشاہی کا تنہاء مقابلہ تھا۔ یہی ان کی قبولِ عام اور بقائے دوام کا اصل سبب ہے۔ امام بخاریؒ کے استاد علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ **ان اللّٰہ اعز ھٰذا الدین لرجلین لیس لھما ثالث ابوبکر الصدیق یوم الردة واحمد بن حنبل یوم المحنة** (اللہ تعالیٰ نے اس دین

کے غلبہ اور حفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا ہے جن کا کوئی تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا۔ ارتداد کے موقع پر ابوبکر صدیقؓ اور فتنۂ خلق قرآن کے سلسلہ میں احمد بن حنبل۔

(ملخصاً تاریخ دعوت وعزیمت۔جلداول)

فتنۂ خلقِ قرآن کے خلاف آپ کی بے مثال قربانی کی وجہ سے نہ صرف عوام کا بلکہ حکومت کا عقیدہ بھی صحیح ہوگیا۔ مامون، معتصم اور واثق معتزلہ کے فلسفہ کے داعی تھے، خلیفۂ متوکل اہلِ سنت والجماعت کا داعی تھا اور امام صاحبؒ کا چاہنے والا تھا۔ اس نے اشرفیوں کا ایک بھاری توڑا خچر پر رکھ کر امام صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ امام صاحب نے فرمایا معتصم کے کوڑے میرے لئے ان اشرفیوں کے توڑے سے بہتر ہیں، پھر تمام مال مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔

امام صاحبؒ کا جب انتقال ہوا تو ابنِ ابی حاتم کہتے ہیں کہ پچیس لاکھ لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی، جس کو دیکھ کر بیس ہزار یہودی ونصرانی مسلمان ہو گئے۔

اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کی مشہور کتاب ''العقائد النسفیہ'' کی عبارت قرآن کے بارے میں سنا کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ **والقراٰن کلام اللّٰہ تعالیٰ غیر مخلوق وھو مکتوب فی مصاحفنا محفوظ فی قلوبنا مقرو بالسنتنا مسموع باٰذاننا** (قرآن اللہ کا کلام ہے جو مخلوق نہیں ہے وہ ہمارے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے، ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، ہماری زبانوں سے پڑھا جاتا ہے اور

ہمارے کانوں سے سنا جاتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو قرآن کے تعلق سے صحیح عقیدہ رکھنے اور کما حقہ تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۷) شانِ نزول

قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں۔ایک تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے از خود نازل فرمائیں،کوئی خاص واقعہ یا کسی کا کوئی سوال وغیرہ ان کے نزول کا سبب نہیں بنا، دوسری آیات وہ ہیں جن کا نزول کسی خاص واقعہ کی وجہ سے یا کسی سوال کے جواب میں ہوا جسے ان آیتوں کا پس منظر کہنا چاہئیے ۔ یہ پس منظر مفسرین کی اصطلاح میں ''سببِ نزول'' یا ''شانِ نزول'' کہلاتا ہے۔قرآن کو سمجھنے کے لئے اسبابِ نزول کی معرفت ضروری ہے۔عموماً چار قسم کے اسباب بیان کئے جاتے ہیں:

۱) جو آیات کسی مخصوص شخص کے بارے میں نام کے ساتھ نازل ہوئیں جس کا مفہوم دوسرے پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔اس کی مثال ''سورۂ لہب'' ہے جس میں فرمایا گیا **تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔۔۔۔۔** (ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ برباد ہو گیا)۔ اس سورۃ میں نام کے ساتھ سخت وعید ہے جس میں کسی دوسرے کو داخل نہیں کیا جا سکتا۔

۲) خاص صفات یا اعمال کے ساتھ کسی شخص یا جماعت کا ذکر کیا گیا ہے جس میں ان کا نام نہیں لیا گیا ہے جیسے کہ سورۂ لیل میں فرمایا گیا **وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ٥ الَّذِیْ يُؤْتِیْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ٥ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی ٥ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ**

الْاَعْلٰی ٥ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ٥ (اور اس آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے۔ جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ اپنے آپ کو پاک کرے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ اتارا جاتا۔ اس کا مقصد تو صرف اپنے ربِ اعلیٰ کی رضا جوئی ہے اور یقیناً یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ بالاجماع یہ آیات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

۳) وہ آیات جو کسی خاص واقعہ کے پیش آنے کے بعد نازل ہوئیں۔ ان کے الفاظ عام ہیں اور ان کا اطلاق بھی عام ہوتا ہے جیسے کہ آیتِ ظہار جو سلمہ بن صخر کے بارے میں اور آیتِ لعان ہلال بن امیہ کے بارے میں اور آیتِ حد القذف وغیرہ گو یہ آیات خاص واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن ان کا حکم عام رہے گا۔

۴) وہ آیات جو کسی خاص سبب سے نازل ہوئی تھیں لیکن اس کے الفاظ عام ہیں اور اس کا اطلاق سب پر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا: لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بلاشبہ ایک مومن کنیز ایک مشرکہ سے بہتر ہے خواہ مشرکہ تمہیں پسند ہو)۔ یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں حضرت مرثد بن ابی مرثد غنویؓ کے عناق نامی ایک عورت سے تعلقات تھے۔ اسلام لانے کے بعد یہ مدینہ طیبہ چلے

آئے اور وہ عورت مکہ مکرمہ میں رہ گئی۔ایک مرتبہ حضرت مرشدؒ کسی کام سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عناق نے انہیں گناہ کی دعوت دی۔حضرت مرشدؒ نے صاف انکار کر کے فرمایا کہ اسلام میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو چکا ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں آنحضرت ﷺ سے اجازت کے بعد تم سے نکاح کر سکتا ہوں۔مدینہ طیبہ تشریف لا کر حضرت مرشدؒ نے آپ ﷺ سے نکاح کی اجازت چاہی اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت نے مشرک عورت سے نکاح کی ممانعت کر دی۔ (نفحات العبیر ومعارف القرآن)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی مشہور کتاب ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں فرماتے ہیں کہ معانی جو قرآنِ مجید سے مفہوم ہوتے ہیں وہ پانچ علوم سے باہر نہیں ہیں۔اول علمِ احکام،فرض، واجب، مستحب،مکروہ اور حرام۔دوم علمِ مناظرہ چار گمراہ فرقوں یہود ونصاریٰ،مشرکین اور منافقین کے ساتھ۔سوم علمِ تذکیر بآلاء اللہ (اللہ کی نعمتوں کو یاد دلانا) زمین،آسمان کی پیدائش، بندوں کو ان کی ضروریات کا الہام کرنا وغیرہ۔چہارم علمِ تذکیر بایام اللہ (اللہ کے دنوں کی یاد دلانا) ان واقعات کا بیان جس میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو انعام اور جزاء عطا فرمائی اور مجرمین پر عذاب اور سزا نازل فرمائی۔پنجم علمِ تذکیر بالموت (موت کی یاد دلانا) انسانی موت حشر ونشر،حساب ومیزان، جنت ودوزخ وغیرہ۔ عام مفسرین نے ہر ایک آیت کو خواہ مباحثہ کی ہو یا احکام کی ایک قصہ کے ساتھ ربط

دیا ہے اور اس قصہ کو اس آیت کے لئے سببِ نزول مانا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ نزولِ قرآن سے مقصودِ اصلی انسانوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا ہے اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی اصلاح کرنا ہے۔ اس لئے آیاتِ مباحثہ کے نزول کے لئے مکلفین میں عقائدِ باطلہ کا وجود اور آیاتِ احکام کے لئے ان میں اعمالِ فاسدہ اور مظالم کا شیوع اور آیاتِ تذکیر کے نزول کے لئے ان کا بغیر ذکرِ آلاء اللہ وایام اللہ اور موت اور اس کے بعد کے ہولناک واقعات کے بیدار نہ ہونا اصلی سبب ہوا ہے، (مفسرین کی طرف سے) خاص خاص واقعات جن کو بیان کرنے کی زحمت اٹھائی گئی ہے، اسبابِ نزول میں چنداں دخل نہیں ہے مگر صرف بعض آیات میں جہاں پر کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یا اس سے پیشتر واقعہ میں ہوا ہو کیونکہ سننے والے کے دل میں اس اشارہ سے ایک گہرا انتظار پیدا ہو جاتا ہے جو بغیر قصہ کی تفصیل معلوم کئے زائل نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے ہم پر لازم ہے کہ ان آیات کی اس طرح تفسیر و تفصیل کریں کہ خاص خاص (بے تعلق) واقعات کے بیان کرنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تشریحات کی روشنی میں قرآن کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۸) آیاتِ متشابہات اور محکمات

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ (آل عمران۔۷)

ترجمہ: وہی ایسی ذات ہے جس نے آپ پر یہ کتاب (قرآن) نازل فرمائی جس کی بعض آیات محکمات ہیں، وہی آیات کتاب کی اصل اور بنیاد ہیں اور دوسری آیات متشابہات ہیں، پس جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھاپن ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ کوئی فتنہ برپا کریں اور اس کا مطلب معلوم کریں۔ حالانکہ اس کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں، تمام آیات (محکمات و متشابہات) ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل سے کام لینے والے ہیں۔

محکم اور متشابہ کئی معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

۱) محکم وہ ہے جس کا ظاہری مطلب واضح ہے اور متشابہ اس کے برخلاف ہے۔

۲) محکم میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی، اس کا ایک ہی مفہوم ہوتا ہے اور متشابہات

میں متعدد تاویلات کی گنجائش ہوتی ہے۔

۳) محکم کے معنی واضح ہوتے ہیں اور متشابہات کے معنی مخفی ہوتے ہیں۔

۴) محکم وہ ہے جو عقل سے سمجھا جاسکتا ہے اور متشابہات وہ ہیں جو عقل سے نہیں سمجھے جاسکتے۔

۵) محکم ناسخ ہے اور متشابہ منسوخ ہے۔ (نفحات العبیر)

ایک دوسری بات اس آیت میں یہ ہے کہ وقف کہاں کیا جائے؟ **الا اللّٰہ** پر کیا جائے (یعنی متشابہات کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) یا **والراسخون فی العلم** پر کیا جائے؟ (یعنی متشابہات کو اللہ تعالیٰ اور علم میں پختہ لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا)۔

مفسرین کی اکثریت نے **الا اللّٰہ** پر وقف کیا ہے اور **والراسخون** سے دوسرا جملہ مراد لیا ہے۔

محکم اور متشابہ کا ایک عام مفہوم:

سورۂ ہود میں فرمایا گیا:

الٓرٰ ط كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍo (ہود۔۱)

ترجمہ: الر، یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں خوب محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں وہ کتاب ایک صاحبِ حکمت باخبیر کی جانب سے نازل ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ساری آیتیں محکم ہیں۔ سورۂ زمر کی درج ذیل آیت میں فرمایا گیا کہ قرآن کی تمام آیات متشابہات یعنی ملتی جلتی ہیں:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ (الزمر۔۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، وہ کلام ایک ایسی کتاب ہے جس کے مضامین باہم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، اس کی باتیں بار بار دہرائی گئی ہیں اس کتاب سے ان لوگوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

متشابہ کا حکم:

صحابہ، تابعین اور ائمۂ فقہ و مفسرین کا یہ کہنا ہے کہ محکم اور متشابہ ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ متشابہ وہ ہیں جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسے روح کی حقیقت، قیامت کا علم، استویٰ علی العرش، اللہ کی ذات و صفات اور حروفِ مقطعات وغیرہ۔ علم میں پختہ لوگ دونوں طرح کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ دونوں طرح کی آیتیں ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور اس میں غور و خوص اور بحث و مباحثہ نہیں کرتے۔ بحث و مباحثہ کرنے والوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے بچنے کا حکم دیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ ـــــ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ سَمّٰی فَاحْذَرُوْهُمْ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آیتِ کریمہ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ ـــــ اُولُوا الْاَلْبَابِ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ جو لوگ متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں ان کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے اس لئے تم ان سے بچتے رہو۔

امام مالکؒ سے اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کی کیفیت عقل سے سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ استویٰ تو معلوم ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ (المائدہ۔۶۳)

ترجمہ: اور یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ باندھے جائیں ہاتھ ان کے اور جو انہوں نے کہا اس کے باعث ان پر لعنت کی گئی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

یہ سب آیات متشابہات کی قبیل سے ہیں۔

متشابہات میں بحث کرنے والوں کو حضرت عمرؓ کی سرزنش:

عن سلیمان بن یسار ان رجلا من بنی تمیم یقال له صبیغ بن عسل قدم المدینة وکان عنده کتب فجعل یسال عن متشابه القرآن فبلغ ذلك عمر فبعث الیه وقد اعد له عراجین النخل فلما دخل علیه قال من انت قال انا عبد الله صبیغ قال عمر وانا عبد الله عمر واوما الیه فجعل یضربه بتلك العراجین فما زال یضربه حتی شجه وجعل الدم یسیل علی وجهه فقال حسبك یا امیر المؤمنین فقد والله ذهب الذی اجد فی راسی

(کنز العمال۔ ۴۱۷۰)

ترجمہ: حضرت سلیمان بن یسارؒ سے روایت ہے کہ بنی تمیم کا ایک شخص جس کو صبیغ بن عسل کہا جاتا تھا، مدینہ آیا۔ اس کے پاس چند کتابیں تھیں وہ لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو اس کو بلا بھیجا۔ جب وہ آیا تو آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ آپ نے کہا میں اللہ کا بندہ عمر ہوں، پھر آپ نے ان دو چھڑیوں سے اس کو (سر پر) مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کے چہرہ پر خون بہنے لگا۔ تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! بس کافی ہے، اللہ کی قسم جو میرے سر میں (خناس) تھا وہ نکل گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دونوں طرح کی آیات پر ایمان رکھتے ہوئے قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۹) زندگی کے حقائق جاننے کا واحد ذریعہ وحیٔ الٰہی ہے

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرہ۔۱،۲)

ترجمہ: الٓمٓ۔ یہ کتاب ایسی ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں خدا سے ڈرنے والوں کی رہنمائی کرتی ہے۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (النساء۔۱۶۶)

ترجمہ: مگر واقعہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ جو آپ پر نازل کی ہے اور نازل بھی اپنے علمِ خاص کے ساتھ کی ہے، آپ کی نبوت پر شہادت دے رہا ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کافی ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (یونس۔۳۹)

ترجمہ: بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کی حقیقت کا پوری طرح احاطہ بھی نہ کر سکے اور ابھی تک اس کی تکذیب کا مآل وانجام بھی ان کے سامنے نہیں آیا۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ

شَيْئًاO فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا O ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰىO (النجم۔۲۸-۳۰)

ترجمہ: اوران کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، یہ لوگ محض بے بنیاد خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور یقینی بات کے مقابلہ میں بے بنیاد خیالات ذرا بھی کارآمد نہیں ہو سکتے۔ سوآپ ایسے شخص کومنہ نہ لگایئے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی اختیار کررکھی ہواور بجز دنیوی زندگی کے اس کا اورکوئی مقصد نہ ہو۔ بس ان لوگوں کے علم کی رسائی یہیں تک ہے، بے شک آپ کا رب ہی اس شخص کوخوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہی اس سے بھی خوب واقف ہے جس نے صحیح راہ پائی۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَO (المومن۔۸۳)

ترجمہ: اورجب ان امم سابقہ کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کرآئے تو وہ لوگ اپنے اس دنیوی علم پر ناز کرتے رہے جوان کوحاصل تھا، بالآخر جس عذاب کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہی عذاب ان پرآپڑا۔

انسانی علم کے ذرائع:

وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَO

(المؤمنون۔۷۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے لیکن تم لوگ بہت ہی کم شکر بجالاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواسِ خمسہ (آنکھ، کان، ناک، منہ اور ہاتھ پیر) عطا فرمائے جس سے وہ چیزوں کو جانتا اور پہچانتا ہے، اس کے ساتھ اس کو عقل بھی عطا فرمائی ہے جس سے وہ ان کا صحیح استعمال کرسکتا ہے۔ حواسِ خمسہ کا دائرہ محدود ہے، آنکھ ایک متعین حد تک دیکھ سکتی ہے اس کے آگے اس کی رسائی نہیں ہوسکتی اس طرح کان بھی بہت دور کی آواز نہیں سن سکتے۔ راستہ میں جب آدمی سفر کرتا ہے تو دوطرفہ درخت دور سے ملے ہوئے نظر آتے ہیں اور راستہ بند نظر آتا ہے لیکن اس کی عقل کہتی ہے کہ یہ صرف میری نظر کا دھوکا ہے۔ چٹیل میدانوں میں سورج کی شعائیں پڑتی ہیں تو پانی کی لہروں کی طرح نظر آتی ہیں لیکن وہ سراب ہوتا ہے۔ کوئی بیمار ہوجاتا ہے تو میٹھی چیز اس کو کڑوی محسوس ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حواسِ خمسہ کی ایک حد ہے اور انسانی عقل کی بھی ایک حد (Limit) ہے اور یہ لامحدود نہیں ہیں۔

انسان کو کس نے پیدا کیا، اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے اور اس زندگی کا انجام کیا ہونے والا ہے، اس کا تعلق دوسرے انسانوں سے اور اس کائنات سے کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب حاصل کئے بغیر آدمی صحیح زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ کچھ لوگ بے مقصد زندگی بسر کرتے رہتے ہیں اور کچھ لوگ غلط مقصد سے زندگی بسر کرتے رہتے ہیں۔ حواسِ خمسہ اور عقل کے ذریعہ سے انسان نے جو علوم حاصل

کئے ہیں سائنس، فلسفہ، تاریخ و عمرانیات یہ سب انسانی زندگی کے سوالات کا صحیح جواب دینے سے قاصر ہیں۔ انسان کو اس کا پیدا کرنے والا ہی بتا سکتا ہے کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے اور اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے اور اس دنیا سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب انسان کو زمین پر بھیجنے کا فیصلہ کیا تو اسی دن یہ سنا دیا:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰۤئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ (البقرہ۔ ۳۸، ۳۹)

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ تم سب کے سب نیچے اترو اس جنت سے پھر اگر تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو انکار کریں گے اور ہمارے احکام کو جھٹلائیں گے تو وہی لوگ اہلِ دوزخ ہوں گے، وہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ٥ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ٥

(طٰہٰ۔ ۱۲۳، ۱۲۴)

ترجمہ: پھر اگر تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو شخص میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں مبتلا ہوگا۔ اور جو شخص میری اس نصیحت سے روگردانی کرے گا تو اس کو ایسی زندگی نصیب ہوگی جو تنگ

ہوگی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا٥ (النساء۔۱۲۵)

ترجمہ: ان سب کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبر بنا کر اس لئے بھیجا تا کہ ان رسولوں کی تشریف آوری کے بعد لوگوں کی طرف سے اللہ پر کوئی الزام قائم کرنے کا موقعہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر قوم میں بندوں کو زندگی کی حقیقت سے واقف کروانے کے لئے اپنے رسولوں کو بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا اور آخر میں محمد ﷺ سے اس سلسلہ کو ختم کیا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ٥ (الاعراف۔۱۵۸)

ترجمہ: اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں جس کی حکومت سب آسمانوں اور زمین میں قائم ہے، اس کے سوا اور کوئی حقیقی معبود نہیں ہے وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی اُمی پر بھی ایمان لاؤ جس کی شان یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ پر اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہے اور تم اس نبی اُمی کے تابع رہو تا کہ تم راہ یافتہ ہو جاؤ۔

تمام انبیاءؑ کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا اور آپ پر آخری کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود لے لی۔ قیامت تک یہی کتاب علمِ حقیقی اور ہدایت کا واحد ذریعہ ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (الحجر۔۹)

ترجمہ: بلا شبہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

انسان ہے کہ اس کتابِ ہدایت سے بے نیاز ہو کر اپنی دنیاوی زندگی بھی اجیرن کر رکھی ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی ہمیشہ کے لئے گھاٹے میں رہے گا۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع وضرر کر نہ سکا!
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو قرآنی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۰) شرعی احکام کی اولین بنیاد قرآنِ کریم ہے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَھِدُ بِرَاْیِیْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ترمذی، ابوداود، دارمی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے جب ان (معاذؓ) کو (قاضی وحاکم بنا کر) یمن بھیجا تو ان سے پوچھا کہ جب تمہارے سامنے کوئی قضیہ پیش ہوگا تو تم کس طرح فیصلہ کروگے؟ انہوں نے کہا کہ میں کتاب اللہ (قرآن حکیم) سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر تمہیں وہ مسئلہ (صراحۃ) کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ انہوں نے کہا ''پھر سنتِ رسول کے موافق فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر تمہیں وہ مسئلہ سنتِ رسول میں بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے کہا تو پھر میں اپنی عقل سے اجتہاد کروں گا اور اجتہاد میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ معاذؓ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے سینہ پر اپنا دستِ مبارک مارا (علم کی زیادتی، برکت اور ثابت قدمی کے لئے) اور فرمایا تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے فرستادے کو

اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کے رسول راضی ہیں۔

اَجْتَهِدُ بِرَايِیْ یعنی اگر کتاب وسنت اور اجماعِ امت کا واضح فیصلہ سامنے نہ ہو تو میں اس قضیہ کے لئے قرآن وحدیث میں دیکھوں گا کہ اس مسئلہ کی نظیر کونسا مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کی طرح بیان شدہ مسئلہ کونسا ہے اور اس کا حکم کیا ہے تو میں اس جزئیہ کو اس پر قیاس کروں گا، اسی کا نام ''اجتہاد'' ہے۔ یہاں رائے سے مراد وہ رائے ہے جو قرآن وحدیث سے مستنبط اور ماخوذ ہو اور اس کی روشنی میں ہو ورنہ خالص اپنی ذاتی رائے کا اعتبار نہیں ہے۔

فقہائے کرام کے ہاں وہ قیاس بھی اصولِ شرعیہ میں سے ایک اصل ہے جو شرعی نصوص سے مستنبط ہو۔ جس طرح اس حدیث سے واضح طور پر اس قسم کے قیاس اور اس قسم کی رائے اور اجتہاد کو شرعی حجت قرار دیا گیا ہے، جمہور کا یہی مسلک ہے۔ ہاں اہلِ ظواہر، غیر مقلدین حضرات قیاس کو شرعی حجت نہیں مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا تھا جو مردود ٹھہرا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء۔۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں اولی الامر ہیں۔ اگر تم میں کسی چیز کا اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف

لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہی طریقہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوش تر ہے۔

مشہور مفسرِ قرآن امام رازیؒ فرماتے ہیں **اطیعوا اللّٰه** سے مراد قرآنِ مجید ہے، **واطیعوا الرسول** سے مراد سنتِ رسول ﷺ ہے، **اولی الامر** سے مراد اجماعِ امت ہے اور **فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ** سے مراد قیاسِ شرعی ہے۔

قرآنِ کریم میں جہاں بھی **اطیعوا اللّٰه** کا لفظ آیا ہے اس سے مراد قرآنِ کریم کے حکم پر چلنا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۳، میں فرمایا گیا: **وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَی الرَّسُوۡلِ وَاِلٰۤی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ**

(النساء۔۸۳)

ترجمہ: اگر وہ اس خبر کو پھیلانے سے پہلے اللہ کے رسول تک یا اولی الامر تک پہنچا دیتے تو ان میں جو ذمہ دار حضرات ہیں، صحیح حقیقت کو اچھی طرح جان لیتے (جو بات کی تہہ میں سے صحیح بات کا نتیجہ اخذ کر لیتے)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی آیت **لَعَلِمَهُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ** میں اجتہاد، استنباط اور قیاس کی طرف اشارہ ہے اور زیرِ بحث حدیث واضح دلیل ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کی تعریف و توثیق فرمائی ہے۔ باقی ابلیس کا قیاس، قیاس نہیں تھا بلکہ صریح حکم کے مقابلہ میں حجت بازی تھی، وہ سب کے

نزدیک ناجائز ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ اٰيَةٌ مُحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ

(ابوداود، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم تین چیزوں کا نام ہے آیتِ محکم (یعنی مضبوط)، سنتِ قائمہ، فریضۂ عادلہ اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ زائد ہے۔

علم سے مراد یہاں دین کا علم ہے جو تین چیزوں سے بنتا ہے۔ پہلے قرآن کی محکم آیات یعنی وہ آیات جو واضح ہیں اور ان میں منسوخ نہیں ہیں۔ متشابہات کا مطلب سمجھنے کے لئے محکمات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ دوسری سنتِ قائمہ یعنی وہ احادیث جو متن وسند کے ساتھ محفوظ ہیں اور جو منسوخ نہیں ہیں۔ احادیثِ رسول ﷺ قرآن کی قولی تشریح ہیں اور سنتِ رسول ﷺ عملی تشریح ہے۔ سنت میں نسخ کا امکان نہیں ہوتا۔

العلم ما قال اللّٰه وقال الرسول به وما سوى ذاك وسواس الشياطين

(جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی علم ہے اور اس کے سوا سب چیزیں شیطانی وساوس ہیں)

تیسری چیز فریضۂ عادلہ ہے۔ عادلہ یعنی معادلۃ مساویۃ جو کتاب وسنت کے

مساوی ہوں، اس سے مراد اجماع اور قیاس ہے۔ یہ مساوات نفسِ وجوب عمل میں ہے، مرتبہ اور وجوب میں نہیں ہے۔ (توضیحات۔جلد اول)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۱) تزکیۂ نفس

مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ۝

(الجمعہ۔۵)

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کے علم وعمل کا بارڈالا گیا تھا، پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا اس گدھے کی سی مثال ہے جو بہت سی بڑی بڑی کتابیں اٹھائے ہوئے ہو۔جن لوگوں نے خدا کی آیتوں کی تکذیب کی ان کی بہت بری مثال ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

یہود پر توریت کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات وہدایات کی کچھ پروا نہ کی، نہ اس کو محفوظ رکھا، نہ دل میں جگہ دی، نہ اس پر عمل کر کے اللہ کے فضل وانعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے،حکمت وہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا مگر جب اس سے منتفع نہ ہوئے تو وہ ہی مثال ہوگئی۔

نہ محقق شدی نہ دانشمند　　　چارپائے بروکتابے چند

(تفسیرِ عثمانی)

ایک گدھے پر علم وحکمت کی پچاسوں کتابیں لاددو، اس کو بوجھ میں دبنے

کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے اس بات سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس کی پیٹھ پر لعل وجوہر لدے ہوئے ہیں یا خزف وسنگ ریزے۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔
اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے فرائضِ رسالت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الجمعہ۔۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمیوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے روبرو اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے، انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

فرائضِ رسالت بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ کے چار فرائض بیان کئے گئے ہیں: (۱) تلاوتِ آیات، (۲) تزکیۂ نفس، (۳) کتاب کی تعلیم اور (۴) حکمت کی تعلیم۔

فرائضِ رسالت کا ذکر قرآن میں چار مقامات پر آیا ہے۔ اول سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹، میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے، جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک نبی کی بعثت کی گزارش کی جو مندرجہ بالا فرائض انجام دے۔ دوم سورۂ بقرہ کی

آیت نمبر ۱۵۱، میں امت پر اپنے انعامات ذکر کرتے ہوئے۔ سوم سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴، میں ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے۔ چوتھا سورۂ جمعہ کی آیت جو اوپر پیش کی گئی ہے۔ چاروں مقامات پر اللہ کے رسول ﷺ کے چار فرائضِ رسالت کا ذکر ہے۔ تین فرائض (تلاوتِ آیات، کتاب کی تعلیم اور احکام کی تعلیم) کا تعلق تو قرآنِ مجید سے ہے۔ تینوں فرائض کا مقصد ہی انسانوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنی کتاب ''الفوز الکبیر'' میں یہ بات لکھی ہے کہ ''لیکن حق یہ ہے کہ نزولِ قرآن سے مقصودِ اصلی نفوسِ بشریہ کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے''۔ تزکیۂ نفس سے بے پروا ہو کر محض تعلم و تعلیم، درس و تدریس ہی ہوتی رہی تو اس کا انجام بخیر نہ ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِیْ جَهَنَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ یَوْمٍ اَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ یَدْخُلُهَا قَالَ اَلْقُرَّاءُ الْمُرَاؤُنَ بِاَعْمَالِهِمْ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جب الحزن (غم کے کنویں) سے اللہ کی پناہ مانگو تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ جب الحزن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنم کی ایسی وادی ہے کہ جہنم بھی اس سے دن میں چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ

اس میں کون داخل ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قرآن پڑھنے والے جو دکھانے کے لئے اعمال کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ اِنَّ مِنْ اَ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَا یَنْتَفِعُ بِعِلْمِهٖ (دارمی)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک مرتبہ میں سب سے بدتر وہ عالم ہے جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَعَرَفَ تَاْوِیْلَهٗ وَمَعَانِیْهِ وَلَمْ یَعْمَلْ بِهٖ تَبَوَّاَ مَضْجَعَهٗ مِنَ النَّارِ (کنزالعمال)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآن کو پڑھا اور اس کے معانی اور مطالب کو سمجھا اور پھر اس پر عمل نہ کیا تو اس کو چاہئیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

عَنِ الْاَحْوَصِ ابْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَالَ رَجُلٌ النَّبِیَّ ﷺ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْـاَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَیْرِ یَقُوْلُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَآءِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَآءِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت احوص بن حکیمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے شر (برائی اور برے لوگوں) کے متعلق سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے شر کے بارے میں مت پوچھو بلکہ خیر کے بارے میں سوال کرو،

تین مرتبہ آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ پھر فرمایا خبردار، سن لو! برے لوگوں میں بدترین، برے علماء ہیں اور بھلے لوگوں میں سب سے بہتر بھلے علماء ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی کامیابی تزکیۂ نفس میں رکھی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا o (الشمس۔۹،۱۰)

ترجمہ: تحقیق وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرایا۔ اور تحقیق وہ شخص نامراد ہوا جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں دبا دیا۔

رسول ﷺ کے فرائض، تلاوتِ قرآن، کتاب کی تعلیم اور احکام کی تعلیم کا مقصد ہی تزکیۂ نفس ہے۔ تزکیۂ نفس کے بغیر دین کا علم انسان کی دنیا و آخرت کے لئے وبال ہے، جیسا کہ بیان کردہ احادیث سے واضح ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت میں صحابہ کرامؓ کا تزکیہ ہوتا تھا۔ کسی مُزکی کی صحبت تزکیۂ نفس کے لئے ضروری ہے۔ خیرالقرون (صحابہؓ، تابعین وتبع تابعین کے دور) کے بعد کچھ مخلصین نے دیکھا کہ علم کی زیادتی کے باوجود لوگ دین کی صفات سے محروم ہیں، مزید یہ کہ دولت کی فراوانی نے انہیں آخرت سے غافل کر کے دنیا میں مبتلا کر رکھا ہے، تو انہوں نے تزکیۂ نفس کے لئے بیعت کا سلسلہ جاری کیا۔ بیعت ہونے والوں اور تزکیۂ نفس کے طالبین کے لئے انہوں نے خانقاہیں بنائیں۔ خانقاہ فارسی لفظ ہے اصل میں یہ مقامات دارالتزکیہ والاحسان ہیں۔ جس طرح فقہ کے چار سلسلے حنفی،

مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں، اسی طرح تزکیۂ نفس کے بھی چار سلسلے قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ وجود میں آئے۔ ان خانقاہوں کا مقصد یہ تھا کہ ملت کے افراد کا تزکیۂ نفوس کیا جائے۔ اگر مرورِ ایام سے یہ کام نہیں ہورہا ہے تو ابتداء کرنے والوں کی کوئی غلطی نہیں ہے، یہ بعد والوں کی کوتاہیاں ہیں۔ کچھ مشائخ نے اس کو اپنی شہرت و معاش کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ تاہم اس گئے گزرے دور میں کچھ مخلص اللہ والے برابر طریقۂ نبوی ﷺ کے مطابق تزکیۂ نفس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تزکیۂ نفس کی سب سے اولین اہم شرط کسی شخص کا عزم و ارادہ ہے اور دوسری چیز صحیح مُزَکّی (مرشِد) کا انتخاب ہے اور سب سے بڑی چیز توفیقِ الٰہی ہے۔

تزکیہ میں سب سے اولین چیز عقائد کا تزکیہ ہے، اس کے بعد اعمال کا تزکیہ ہے اور اس کے بعد اخلاق کا تزکیہ ہے۔ ہندوستان چونکہ شرک کی کان ہے یہاں سب سے پہلے شرک و بدعت سے پاک کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بعد اعمال اور اخلاق کا تزکیہ ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کسی صاحبِ دل سے اپنا تزکیہ کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۲) تدبُّرِ قرآن

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا○
(النساء۔۸۲)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟ اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی جانب سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے اختلافات پاتے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا○ (محمد۔۲۴)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قُفل پڑے ہوئے ہیں؟

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ○ (ص۔۲۹)

ترجمہ: یہ قرآن ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں اور تاکہ عقلمند لوگ اس سے نصیحت قبول کریں۔

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لیس القرآن بالتلاوة ولا العلم بالروایة ولکن القرآن بالھدایة والعلم بالدرایة (کنزالعمال۔۲۴۶۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن محض تلاوت کا نام نہیں ہے اور علم محض روایت کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن ہدایت

اور علم درایت یعنی سمجھنے کا نام ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا قِرَاءَ ةَ اِلَّا بِتَدَبُّرٍ وَلَا عِبَادَةَ اِلَّا بِفِقْهٍ وَمَجْلِسُ فِقْهٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً (کنزالعمال۔۲۸۹۱۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر تدبر کے قراءۃ بے معنی ہے اور بغیر سمجھ کے عبادت لاحاصل ہے اور ایک فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

تدبر کے معنی اور مفہوم:

تدبر کا لفظ ''دُبُرٌ'' سے نکلا ہے، جس کے معنی پشت کے ہیں، اس کے اصل معنی کسی کام کے انجام اور مآل پر نظر کرنے کے ہیں۔ کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے کے معنی قرآن میں نظر وفکر نہیں کرتے یعنی یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن کس چیز کی دعوت دیتا ہے، اس پر عمل کرنے کا مآل کیسا خوش گوار ہے اور اس کو چھوڑ دینے کا انجام کیسا برا ہے۔ جو شخص اس نظر سے قرآن کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً اس کے برحق اور کلامِ الٰہی ہونے پر ایمان لے آئے گا۔ (قاموس القرآن)

ضروری ہے کہ آدمی جن آیات کی تلاوت کرے ان میں فکر وتدبر بھی کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب اس کی تلاوت میں جنت کے ذکر کو پڑھے تو اس کی امید کرے اور جنت میں خدا تعالیٰ سے ملاقات کے لئے اس پر عمل پیرا رہے اور جب جہنم کے ذکر پر پہنچے تو اس کے سینہ میں گھٹن پیدا ہو اور پناہ کا طالب ہو اور جب

دشمنانِ خدا کے ذکر پر پہنچے تو خدا کی طرف سے اس کے اولیاء کے لئے نصرت اور مدد اور دشمنانِ خدا سے انتقام کا خیال لائے اور نصرتِ اولیاء سے خوش ہو اور انتقامِ اعداءُ اللہ سے متفکر ہو۔ جب امثال القرآن سے گذرے تو اس کا قلب آئینہ بن جائے اور جو کچھ بیان ہو رہا ہے اس کا معائنہ کرے، پس گویا کہ وہ اپنے قلب سے مشاہدہ کر رہا ہے اور اس کا یقین مزید پختہ ہوتا جا رہا ہے اور جب خدائی دلائل اور حجتوں سے گذر ہو تو ان سے ایمان کو قوت ملے اور اس کی بصیرت بڑھ جائے اور جب لطائف اور رحمتوں کا ذکر ہو تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور منازل، عباد اللہ کے ساتھ بڑھتا چلا جائے۔ جب توحید باری تعالیٰ سے گذرے تو اپنے کو ماسوی اللہ سے منفرد کر لے اور خدا ہی سے تعلق جوڑ لے۔ (فضائلِ حفظ القرآن)

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور تدبر نہ کرنے والوں کے تعلق سے فرمایا گیا کہ کیا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ فرمایا اَفَلَا يَقْرَؤُوْنَ نہیں فرمایا، اس سے بظاہر ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ وہ اگر گہری نظر سے قرآن کو دیکھیں تو ان کو اس کے معانی و مضامین میں کوئی اختلاف نظر نہیں آئے گا اور یہ مفہوم تدبر کے عنوان سے ہی ادا ہو سکتا ہے۔ صرف تلاوت اور قرأت جس میں تدبر اور غور و فکر نہ ہو اس سے بہت سے اختلافات نظر آنے لگتے ہیں، جو حقیقت کے خلاف ہے۔

دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کے مطالب میں غور کرے لہٰذا یہ سمجھنا کہ قرآن میں تدبر کرنا صرف اماموں اور مجتہدوں ہی کے لئے ہے صحیح نہیں ہے۔ البتہ تدبر اور تفکر کے درجات علم وفہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے۔ ائمۂ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں سے مسائل نکال لے گا۔ عام علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا۔ عوام اگر قرآن کا ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے قرآن کو سبقاً سبقاً پڑھیں اگر یہ نہ ہوسکے تو کوئی مستند ومعتبر تفسیر کا مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے اپنی رائے سے فیصلہ نہ کریں بلکہ ماہر علماء سے رجوع کریں۔

آیتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ قرآن میں تدبر وتفکر کرے لیکن جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ تدبر کے درجات متفاوت اور ہر ایک کا حکم الگ ہے۔ مجتہدانہ تدبر جس کے ذریعہ قرآن حکیم سے مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے مبادیات کو حاصل کرے تا کہ وہ نتائج کا استخراج صحیح کرسکے اور اگر اس نے مقدمات کو بالکل حاصل نہ کیا یا اس نے ناقص حاصل کیا، جن اوصاف وشرائط کی ایک مجتہد کو ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے پاس نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ نتائج غلط نکالے گا۔ اب اگر علماء اس پر نکیر کریں تو حق ہے۔

(معارف القرآن۔ جلد دوم)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں تفکر وتدبر کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۳) حفاظتِ قرآن

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝ (الحجر۔۹)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن کے معجزہ ہونے کے سلسلہ میں یہ بات آچکی ہے کہ قرآن جیسا نازل ہوا تھا آج بھی ویسا ہی محفوظ ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے تو کسی تغیر وتبدل کا امکان ہی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا اس طرح انتظام فرمایا کہ پہلے نبی ﷺ کے دل میں محفوظ کردیا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سنایا اور انہوں نے اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کیا۔ صحابہ نے تابعین تک پہنچایا، تابعین نے تبع تابعین تک پہنچایا اور اس طرح یہ قرآن سینوں اور صحیفوں کے ذریعہ سے امت تک پہنچتا رہا۔

دیگر آسمانی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے علماء پر تھی۔

اِنَّا اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ (المائدہ۔۴۴)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے توریت نازل کی تھی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ انبیاء جو خدا

کے فرمانبردار ہوا کرتے ہیں یہود کو اسی توریت کے موافق حکم دیا کرتے تھے اور اسی طرح اہل اللہ اور علماء بھی توریت ہی کے موافق حکم دیا کرتے تھے کیوں کہ ان کو کتابِ الٰہی کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا اور وہ اس کتابِ الٰہی پر نگہبان تھے۔

سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس قرآن کو اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جس شان اور ہیأت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زبر زیر کی تبدیلی کے چار دانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریفِ لفظی و معنوی سے محفوظ اور مصئون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے۔ زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں پر قرآن کی صوری و معنوی اعجاز میں اصلا ضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ساعی ہونگی لیکن اس کے ایک نقطہ کو گم نہ کر سکیں گی۔ حفاظتِ قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔ ''میور'' کہتا ہے ''جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو''۔ ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ''ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (ﷺ) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ

سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں''۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا ہے جس نے قرآن کے علوم ومطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی، کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز اداء کی، حافظوں نے اس کے الفاظ وعبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہوسکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لئے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک نقطہ کو شمار کرڈالا۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جاسکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پُر ہے کس طرح فرفر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم وحافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگذاشت ہوجائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظِ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام واعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف ''وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی گئی ہے۔

(تفسیرِ عثمانی)

خلیفۂ مامون کے دربار کا ایک واقعہ:

خلیفہ کے دربار میں ایک مذاکرہ میں ایک وجیہ اور عالم شخص نے حصہ لیا۔ خلیفہ نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے۔ اس سے فرمایا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہارے ساتھ اور بہتر سلوک کیا جائے گا۔ اس نے انکار کیا۔ دوسرے سال وہی شخص مسلمان بن کر آ گیا تو خلیفہ نے تعجب سے پوچھا تمہارے اسلام لانے کی وجہ کیا ہوئی؟ اس نے کہا کہ میں نے مذاہب کی تحقیق کی۔ چونکہ میں ایک اچھا خوش نویس کاتب ہوں اور کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں۔ تورات کے تین نسخے میں نے لکھے جس میں میں نے بہت کچھ ردو بدل کر دیا، کنیسہ کے یہودیوں نے ان کو رغبت سے خرید لیا۔ انجیل کے تین نسخے میں نے تحریف کر کے لکھے اور عیسائیوں نے بھی بڑی قدر و منزلت کے ساتھ ان کو خرید لیا۔ قرآن کے تین نسخے میں نے تحریف کر کے لکھے جب میں فروخت کرنے نکلا تو جس کے پاس بھی گیا اس نے دیکھا کہ یہ صحیح ہے یا نہیں ہے اور کسی نے اس کو نہیں خریدا۔ اس واقعہ سے میں نے سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم نے یہ واقعہ سفیان بن عیینہ کو سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ تورات و انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے علماء کو سونپی گئی تھی، انہوں نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی اور وہ کتابیں ضائع ہو گئیں۔ قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کر رہے ہیں۔

(ملخصاً معارف القرآن۔ جلد پنجم)

قرآن کی حفاظت کے وعدہ میں حفاظتِ حدیث بھی داخل ہے

تمام اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن نہ صرف الفاظِ قرآنی کا نام ہے اور نہ صرف معانیٔ قرآنی کا بلکہ دونوں کے مجموعے کو قرآن کہا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ معانیٔ قرآن وہی ہیں جن کی تعلیم دینے کے لئے نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: **لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ** یعنی آپ ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ بتلا دیں لوگوں کو مفہوم اس کلام کا جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے، نیز فرمایا گیا: **يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ** یعنی یہ نبی ان پر کتاب کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن میں چار مقامات پر یہ آیت آئی ہے، نیز اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا **اِنَّمَا بُعِثۡتُ مُعَلِّمًا** یعنی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور جب اللہ کے رسول ﷺ کو معانیٔ قرآن کے بیان اور تعلیم کے لئے بھیجا گیا تو آپ ﷺ نے امت کو جن اقوال اور اعمال کے ذریعہ سے تعلیم دی انہی اقوال اور اعمال کا نام حدیث اور سنت ہے۔ حدیث وسنتِ رسول ﷺ درحقیقت تفسیرِ قرآن اور معانیٔ قرآن ہیں۔ ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کے صرف الفاظ محفوظ ہو جائیں اور معنی وتفسیر ضائع ہو جائیں۔ حدیثِ رسول ﷺ کو غیر محفوظ کہنے والا درحقیقت قرآن کو غیر محفوظ کہتا ہے اور اس طرح کا عقیدہ کافرانہ ہے۔ (معارف القرآن۔ جلد پنجم)

جرمن کی میونخ یونیورسٹی کی ریسرچ:

جنگِ عظیم دوم سے پہلے جرمن کی میونخ یونیورسٹی نے قرآن پر تحقیق کے لئے ایک ادارہ قائم کیا۔ پہلی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک کے قرآن کے نسخے جمع کئے گئے اور ہر ملک سے قرآن کے نسخے منگوائے گئے۔ اس پر تحقیق کی گئی کہ کیا ان نسخوں میں کوئی اختلاف ہے؟ آخر میں یہ ادارہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ پہلی صدی سے لے کر اب تک کے ہر ملک کے نسخوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے بجز کتابت کی غلطیوں کے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کی حفاظت واشاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۴) قرآن شفاء ہے

قرآنِ مجید اخلاقی اور روحانی امراض کے لئے شفاء تو ہے ہی مگر جسمانی امراض کے لئے بھی شفاء ہے، مگر اس کو صرف جھاڑ پھونک اور تعویذات کے لئے استعمال کرنا اور اس کی ہدایت پر عمل نہ کرنا بڑے گھاٹے کا سودا ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْاٰنِ (ابنِ ماجہ، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شفاء کی دو چیزوں کو تم لازم پکڑو ایک شہد اور دوسرا قرآنِ مجید۔

(۲) عَنِ الْحَكِيْمِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تبرَّكْ بِالْقُرْاٰنِ فَإِنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ (کنز العمال۔۲۳۶۴)

ترجمہ: حضرت حکیم بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم قرآن سے برکت حاصل کرو کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ (دارمی، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبدالملک بن عمیرؒ بطریقِ ارسال روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ

نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔

قرآنِ مجید میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کے شفاء ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا النَاسُ قَدۡ جَآءَ تۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ۝ (یونس۔۵۷،۵۸)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت اور دلوں کے امراض کے لئے شفاء ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ لوگوں کو اللہ کے اس فضل اور مہربانی یعنی نزولِ قرآن پر خوش ہونا چاہئے، یہ قرآن ان چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے جو چیزیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم کی ان آیات میں چار خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی موعظت یعنی نصیحت، دوسری دل کی بیماریوں کی شفاء، تیسری ہدایت اور چوتھی رحمت۔ قرآنِ کریم کی دوسری صفت شِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ بیان فرمائی گئی ہے، شفاء کے معنی بیماری دور ہونے کے ہیں اور صدور، صدر کی جمع ہے، جس کے معنی سینے کے ہیں، مراد اس سے قلب ہے۔

معنی یہ ہیں کہ قرآنِ کریم دلوں کی بیماریوں کا کامیاب علاج اور صحت وشفاء

کا نسخۂ اکسیر ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ قرآن کی اس صفت سے معلوم ہوا کہ وہ خاص دلوں کی بیماری کے لئے شفاء ہے، جسمانی بیماریوں کا علاج نہیں۔ (روح المعانی)

مگر دوسرے حضرات نے فرمایا ہے کہ درحقیقت قرآن ہر بیماری کی شفاء ہے خواہ قلبی وروحانی ہو یا بدنی اور جسمانی، مگر روحانی بیماریوں کی تباہی انسان کے لئے جسمانی بیماریوں سے زیادہ شدید ہے اوراس کا علاج بھی ہر شخص کے بس کا نہیں۔ اس لئے اس جگہ ذِکر صرف قلبی اور روحانی بیماریوں کا کیا گیا ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جسمانی بیماریوں کے لئے شفاء نہیں ہے۔

روایاتِ حدیث اور علمائے امت کے بے شمار تجربات اس پر شاہد ہیں کہ قرآنِ کریم جیسے قلبی امراض کے لئے اکسیر اعظم ہے، اسی طرح وہ جسمانی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے سینے میں تکلیف ہے، آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ** یعنی قرآن شفاء ہے ان تمام بیماریوں کی جو سینوں میں ہوتی ہیں (روح المعانی از ابن مردودیہ)

اسی طرح حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میرے حلق میں تکلیف ہے، آپ ﷺ نے

اس کو بھی یہی فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو۔

علمائے امت نے کچھ روایات و آثار سے اور کچھ اپنے تجربات سے آیاتِ قرآنی کے خواص و فوائد مستقل کتابوں میں جمع کر دیئے ہیں، امام غزالیؒ کی کتاب ''خواصِ قرآنی'' اس کے بیان میں مشہور و معروف ہے، جس کی تلخیص حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے ''اعمالِ قرآنی'' کے نام سے فرمائی ہے اور مشاہدات و تجربات اتنے ہیں کہ ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآنِ کریم کی مختلف آیتیں مختلف امراضِ جسمانی کے لئے بھی شفاءِ کلی ثابت ہوتی ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ نزولِ قرآن کا اصلی مقصد قلب و روح کی بیماریوں کو ہی دور کرنا ہے اور ضمنی طور پر جسمانی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہے۔

اس سے ان لوگوں کی بے وقوفی اور کجروی بھی ظاہر ہوگئی جو قرآنِ کریم کو صرف جسمانی بیماریوں کے علاج یا دنیوی حاجات ہی کے لئے پڑھتے پڑھاتے ہیں، نہ روحانی امراض کی اصلاح کی طرف دھیان دیتے ہیں نہ قرآن کی ہدایات پر عمل کرنے کی طرف توجہ کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لئے علامہ اقبالؔ مرحوم نے فرمایا ہے۔

ترا حاصل زیٰس اش جز این نیست   کہ از ہم خواندنش آسان بمیری

یعنی تم نے قرآن کی سورۂ یٰس سے صرف اتنا ہی فائدہ حاصل کیا کہ اس کے پڑھنے سے موت آسان ہو جائے، حالانکہ اس سورت کے معانی و حقائق و معارف

میں غور کرتے تو اس سے کہیں زیادہ فوائد و برکات حاصل کر سکتے تھے۔

(معارف القرآن۔جلد چہارم)

(۲) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًاo (بنی اسرائیل۔۸۲)

ترجمہ: اور یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں یہ ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے لئے اس سے اور نقصان ہی بڑھتا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍo (حم سجدہ۔۴۴)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفاء ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے تو یہ قرآن ان کے کانوں کے حق میں ثقل اور ان کی آنکھوں کے حق میں نابینائی اور تاریکی ہے، یہ لوگ ایسے ہیں جیسے یہ کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

قرآن میں شفاء کی آیات:

شیخ ابوالقاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا ایسا بیمار ہوا کہ جاں بلب ہو گیا۔ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہاں ہے تو قرآن میں شفاء کی آیات سے؟ یعنی کیوں اس سے بے خبر ہے؟ پس جب بیدار ہوا اور قرآن میں تلاش کیا تو چھ جگہ مجھے شفاء کی آیات ملیں۔(۱) وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ

(التوبہ۔۱۴)، (۲) شِفَآءٌ مَا فِی الصُّدُوْرِ (یونس۔۵۷)، (۳) یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (النحل۔۶۹)، (۴) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (بنی اسرائیل۔۸۲)، (۵) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ (الشعراء۔۸۰)، (۶) قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ (حم سجدہ۔۴۴)

علامہ قشیریؒ تصوف کے بہت بڑے امام ہوگزرے ہیں، جن کی مشہور کتاب ''رسالۂ قشیریہ'' ہے۔آپ نے ان آیتوں کولکھ کر پانی سے دھوکر اپنے بیٹے کو پلایا تو فی الحال اس کوشفاء ہوگئی۔ان آیتوں کا چینی کے برتن پرلکھ کر دھوکر پلانا شفاء کے لئے مجرب ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

آیات چند الفاظ کا مجموعہ ہوتی ہیں، ان کو پڑھ کر پھونکنے سے یا دھوکر پلانے سے مریض کیسے شفاء پاسکتا ہے؟ یہ سوال اکثر ذہنوں میں آتا ہے۔آپ اپنے کسی عزیز دوست کو چند مغلظ گالیاں دیجئے پھراس کا ردِعمل ملاحظہ کیجئے، چہرہ سرخ ہوگیا ہے اوراس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ہے۔گالیاں بھی تو چند الفاظ کا مجموعہ ہی ہوتی ہیں جوکسی انسان کے منہ سے نکلتی ہیں پھربھی وہ ایسا اثر کرجاتی ہیں،تو کیا اللہ کے کلام میں کوئی اثرنہیں ہوسکتا؟ اثر ہے اور یقیناً ہے۔یقین کے ساتھ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ایک صاحب نابینا ہوگئے،اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے

کہ شہد میں شفاء ہے، یقین سے انہوں نے شہد پی لیا اوران کی بینائی لوٹ کرآ گئی۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن سے برکت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۵) قرآن کے علومِ پنجگانہ

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ○

(النحل ۔۸۹)

ترجمہ: اور اے نبی ﷺ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے ایمان والوں کے لئے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا○ وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا○ (الفرقان ۔۳۲،۳۳)

ترجمہ: اور کافریوں کہتے ہیں کہ ان (نبی) پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ نازل کر دیا گیا، یہ اس لئے آہستہ آہستہ نازل کیا گیا تا کہ ہم اس قرآن کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور اس لئے ہم نے اس قرآن کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے۔ اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب اور انوکھا سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم اس کا ٹھیک اور خوب مُشرَّح جواب آپ کو عنایت کر دیتے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی مشہور کتاب ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں فرماتے ہیں کہ معانی جو قرآن مجید سے مفہوم ہوتے ہیں وہ پانچ علوم سے باہر نہیں ہیں، جن کی طرف قرآنِ مجید نے صراحت کے ساتھ رہنمائی کی

ہے اور گویا قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد دراصل وہی علومِ پنجگانہ ہیں۔علوم سے مراد موضوعات (Topics) ہیں۔(۱) علمِ احکام، (۲) علمِ مناظرہ، (۳) علمِ تذکیر بآلاء اللہ، (۴) علم تذکیر بایام اللہ اور (۵) علمِ تذکیر بالموت۔

قرآنِ مجید میں ان علوم کا بیان قدیم عربوں کی روش پر ہوا ہے، متاخرین کا اسلوب اختیار نہیں کیا گیا اور آیاتِ احکام میں اختصار جیسا کہ متن نویسوں کا قاعدہ ہے اور غیر ضروری قیود کی تنقیح کا التزام جیسا کہ اصول والوں کا قاعدہ ہے نہیں کیا۔ اور علمِ مباحثہ کی آیات میں اقوالِ مشہورہ مسلمہ اور خطابیاتِ نافعہ کا التزام کیا ہے اور ترتیبِ براہین میں منطقیوں کے اسلوب کی پیروی اور ایک مضمون کے بعد دوسرے مضمون کے شروع کرنے میں مناسبت کی رعایت جیسا کہ ادبائے متاخرین کا قاعدہ ہے نہیں کی گئی بلکہ خداوند تعالیٰ نے جس حکم کو بندوں کے لئے مہتم بالشان سمجھا اسی کو بیان کیا خواہ کوئی حکم مقدم ہو جائے یا مؤخر، عام مفسرین نے ہر آیت کو خواہ مباحثہ کی ہو یا احکام کی ایک قصہ کے ساتھ ربط دیا ہے۔

(۱) علمِ احکام: ازقسمِ واجب، مستحب، مکروہ اور حرام۔ یہ احکام خواہ عبادات سے متعلق ہوں، معاملات سے متعلق ہوں یا تدبیرِ منزل سے متعلق ہوں یا سیاستِ مدن سے، اس علم کی تفصیل فقہاء کے ذمہ ہے۔ مباحثِ احکام کے لئے قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ چونکہ رسولِ کریم ﷺ ملتِ حنفی (ابراہیمی) پر مبعوث ہوئے ہیں، اس لئے اس ملت کے طریقوں کا باقی رکھنا ضروری ہے تا کہ اس کے امہاتِ مسائل میں

سوائے تخصیصِ تعلیمات اور اوقات وحدود کی زیادتی وغیرہ کے اور کسی قسم کے تغیرات کا گذر نہ ہو سکے اور چونکہ عرب کو آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے اور باقی تمام اقالیم کو عربوں کے ہاتھ سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ شریعتِ محمدی کا مواد انہیں کی رسوم و عادات سے لیا جائے۔ اگر کوئی شخص ملتِ حنفی کے جملہ احکام اور عربوں کے رسوم و عادات دیکھے اور پھر شریعتِ محمدی پر جو کہ اصلاح و تکمیل کا رتبہ رکھتی ہے، ایک غائر نظر ڈالے تو وہ ہر ایک حکم کے لئے کوئی سبب اور ہر امر و نہی کے لئے کسی خاص مصلحت کا ادراک کرے گا۔

(۲) علمِ مناظرہ (علمِ مباحثہ): قرآنِ مجید میں چار گمراہ فرقوں سے مباحثات ہوئے ہیں یعنی مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین اور یہ مباحثات دو طرح پر واقع ہوئے ہیں۔ ایک تو اس طور پر کہ فقط باطل عقیدہ کو بیان کر کے اس کی قباحت کو ظاہر فرما کر اس سے نفرت ظاہر کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ گمراہوں کے شبہات بیان کر کے ان کو اَدِلّہ قطعیہ (قطعی دلائل) سے یا خطابیات سے حل کیا گیا ہے۔ اس علم کی تفصیل متکلمینِ اسلام کے ذمہ ہے۔

(۳) تذکیر بآلاءاللہ: مثلاً زمین و آسمان کو پیدا کرنا، بندوں کا ان کی ضرورتوں کا الہام کرنا اور اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کا بیان۔ آلاء اللہ اور آیاتِ قدرت میں صرف وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو شہری، بدوی، عرب و عجم یکساں سمجھ سکیں۔ بنا بریں جن نعمتوں کا ذکر مناسب تھا یہ ہیں، مثلاً زمین و آسمان کی پیدائش، بادلوں سے پانی

برسانا، زمین سے پانی کے چشمے جاری کرنا اور اس سے طرح طرح کے پھل پھول اور غلے اگانا اور ضروری صنعتوں کا الہام اور پھر ان کے جاری کرنے کی قدرت بخشا اور اکثر مقامات میں ہجومِ مصائب اور ان کے دور ہونے کے وقت لوگوں کے رویہ کے بدل جانے پر تنبیہ فرمائی ہے، اس لئے کہ یہ امراضِ نفسانی میں سے کثیر الوقوع ہے۔

(۴) تذکیر بایام اللہ: یعنی وہ واقعات جن کو اللہ تعالیٰ نے ایجاد فرمایا، مثلاً اطاعت کرنے والوں کو انعام اور جزاء اور مجرموں کو تعذیب وسزا، فرمانبرداروں کے لئے انعام اور مجرموں کے لئے عذاب، ان میں سے ایسے جزئیات کو اختیار فرمایا جو پیشتر سے گوش زد ہو چکی تھیں اور اجمالی طریقہ سے لوگ ان کا تذکرہ سن چکے تھے۔ مثلاً قومِ نوح، عاد وثمود کے قصے جن کو عرب اپنے باپ دادا سے مسلسل سنتے آئے تھے اور حضرت ابراہیمؑ اور انبیائے بنی اسرائیل کی مختلف داستانیں جن سے بوجہ یہود وعرب کے قرنہا قرن کے اختلاط کے ان کے کان آشنا تھے۔ نہ تو غیر مشہور اور غیر مانوس قصوں کو بیان کیا اور نہ ان واقعات کی خبریں دیں اور ان مشہور قصوں میں سے بھی صرف ان ضروری قصوں کو جو تذکیر میں کارآمد ہوں بیان فرمایا اور تمام قصوں کو ان کی خصوصیات کے ساتھ بیان نہیں کیا۔

(۵) تذکیر بالموت: موت اور اس کے بعد کے واقعات میں سے چند امور بیان فرمائے جیسے انسانی موت کی کیفیت، اس کی بے چارگی کا عالم، موت کے بعد جنت دوزخ کو سامنے کرنا، عذاب کے فرشتوں کا آنا، علاماتِ قیامت، حضرت عیسیٰؑ کا

آسمان سے نزول، دجال کا خروج، یاجوج وماجوج کا ظہور، صورِ فنا اور صورِ حشر ونشر، میزان اور نامۂ اعمال کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں دیا جانا، مومنین کا جنت میں اور کفار کا جہنم میں داخل ہونا، جہنمیوں کا ایک دوسرے کو لعنت وملامت کرنا، عذاب کی بیڑیاں، طوق، کھولتا ہوا گرم پانی، غساق اور زقوم۔ جنت کی نعمتوں، عالیشان قصر، آبِ سرد وشیریں کی نہریں، خوشگوار کھانے، لباسہائے فاخرہ، خوش جمال عورتیں اور حُورانِ بہشتی، جنتیوں کی باہمی دل کشا صحبتیں اور مومنین کا دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا۔ حسبِ حال اجمالاً یا تفصیلاً متفرق طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔

تذکیر بآلاء اللہ، تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بالموت، ان تینوں کی تفصیل بیان کرنا واعظوں اور مذکّروں کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علومِ قرآنی سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۶) قرآن تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف دلیل ہے

عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِیَآءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَیْكَ كُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک رہنا آدھا ایمان ہے اور الحمد للہ کہنا اعمال کے ترازو کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ بھر دیتے ہیں یا فرمایا کہ ہر ایک بھر دیتا ہے اس چیز کو جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر کرنا روشنی ہے اور قرآن تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص جب صبح کرتا ہے تو اپنی جان کا سودا کرتا ہے یا اپنی جان کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک کرتا ہے۔

اگر قرآن پڑھ کر اس کے احکامات پر عمل کیا تو یہ پڑھنے والے اور عمل کرنے والے کے لئے دلیل اور حجت ہے کہ وہ مومن، مسلمان اور مستحقِ جنت ہے،

ورنہ یہی قرآن اس بدعمل پر دلیل بنے گا اور اس کے خلاف شکایت کرے گا تو وہ ناکام ہو جائے گا۔

عَنْ عَمْرَو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُؤْتَی بِرَجُلٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُمَثَّلُ لَهُ الْقُرْاٰنُ قَدْ کَانَ یُضِیعُ فَرَائِضَهٗ وَیَتَعَدّٰی حُدُوْدَهٗ وَیُخَالِفُ طَاعَتَهٗ وَیَرْکَبُ مَعَاصِیَهٗ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ حَمَلْتَ اٰیَاتِیْ بِئْسَ حَامِلٍ تَعَدّٰی حُدُوْدِیْ وَضَیَّعَ فَرَائِضِیْ وَتَرَکَ طَاعَتِیْ وَرَکِبَ مَعَاصِیَتِیْ فَمَا یَزَالُ عَلَیْهِ بِالْحُجَجِ حَتّٰی یُقَالَ فَشَأْنُكَ بِهٖ فَیَاْخُذُ بِیَدِهٖ فَمَا یُفَارِقُهٗ حَتّٰی یَکُبَّهٗ عَلٰی مِنْخَرِهٖ فِی النَّارِ وَیُؤْتَی بِالرَّجُلِ قَدْ کَانَ یَحْفَظُ حُدُوْدَهٗ وَیَعْمَلُ بِفَرَائِضِهٖ وَیَعْمَلُ لِطَاعَتِهٖ وَیَجْتَنِبُ مَعْصِیَتَهٗ فَیَصِیْرُ خَصْمًا دُوْنَهٗ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ حَمَلْتَ اٰیَاتِیْ خَیْرَ حَامِلٍ اِتَّقٰی حُدُوْدِیْ وَعَمِلَ بِفَرَائِضِیْ وَاتَّبَعَ طَاعَتِیْ وَاجْتَنَبَ مَعْصِیَتِیْ فَلَا یَزَالُ لَهٗ بِالْحُجَجِ حَتّٰی یُقَالَ فَشَانُكَ بِهٖ فَیَاْخُذُ بِیَدِهٖ فَمَا یَزَالُ بِهٖ حَتّٰی یَکْسُوَهٗ حُلَّةَ الْاِسْتَبْرَقِ وَیَضَعَ عَلَیْهِ تَاجَ الْمَلِكِ وَیَسْقِیَهٗ بِکَاسَ الْمَلِكِ

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حاملِ قرآن کو قیامت میں حاضر کیا جائے گا اور قرآن کو ایک مثالی جسم عطا کیا جائے گا۔ جس نے قرآن کے فرائض کو ضائع کیا ہوگا، اس کے حدود پھلانگے ہونگے، اس کی فرنبرداری کی جگہ اس کی مخالفت کی ہوگی

اوراس کی مخالفت پر سوار رہا ہوگا تو قرآن کہے گا: اے میرے رب! آپ نے میری آیات کو برے حامل کے سپرد کیا جس نے میری حدود پھلانگی، میرے فرائض کو ضائع کیا، میری فرنبرداری کو چھوڑ کر میری نافرمانی کرتا رہا، پس قرآن اس آدمی کے خلاف دلائل قائم کرتا رہے گا یہاں تک کہ قرآنِ پاک سے کہا جائے گا کہ تجھے اس کے متعلق اختیار ہے تو جو چاہے اس سے سلوک کر، پس وہ اس کا ہاتھ پکڑے گا اور نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔

پھر ایک دوسرے آدمی کو لایا جائے گا جس نے قرآن کی حدود کی حفاظت کی ہوگی، اس کے فرائض پر عمل کیا ہوگا، اس کی اطاعت کی ہوگی، اس کی معصیت سے بچا ہوگا پس وہ اس کے ساتھ دوسرے انداز میں پیش آئے گا، پس کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے میری آیات کو اچھے حامل کے سپرد کیا، اس نے میری حدود کی حفاظت کی، میرے فرائض پر عمل کیا، میری فرنبرداری کی، میری نافرمانی سے بچتا رہا پس قرآن اس کے حق میں دلائل قائم کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس سے کہا جائے گا کہ تجھے اس کے متعلق اختیار ہے تو جو چاہے اس سے سلوک کر، پس وہ اس کا ہاتھ پکڑے گا اور نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ ریشم کی پوشاک پہنائے گا، اس کے سر پر شاہی تاج رکھے گا اور شاہی پیالہ میں اس کو پلائے گا (اور جنت میں داخل کرے گا)۔

آج کل کے حفاظ کی اکثریت ان امراضِ مذکورہ کی شکار ہے، نماز کے تارک ہیں منکرات اور فواحش سے بھی پرہیز نہیں کرتے، پورا سال قرآنِ کریم چھوتے تک

نہیں۔ جب رمضان شریف کا مہینہ آیا انہوں نے رسمی طور سے یا کسی مجبوری یا رقم وغیرہ کمانے کی خاطر قرآن یاد کرنا شروع کر دیا۔ اگر ڈاڑھی منڈاتے تھے تو وہ بھی چند دن کے لئے رکھ لی، جب رمضان ختم ہوا پھر وہی کام شروع کر دیئے اور بہت سے تو حفظ کے بعد دوبارہ اس طرف متوجہ تک نہیں ہوتے اور قرآن کریم کو بالکل بھلا دیتے ہیں جو کہ بہت بڑا گناہ ہے جس کے متعلق وعیدیں آئی ہیں، پھر اس پر دعویٰ یہ کہ ہم حفاظ، مقربین بارگاہ خداوندی اور بڑے مرتبے والے ہیں، وہ انجام بد سے عبرت حاصل کریں اور ہوش کے ناخن لیں موت کے بعد پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

کنز العمال کی ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے قراء کی جماعت کو پیش کیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب آپ کی۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تم کس سے (اپنی ضرورتیں) مانگتے تھے؟ تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب آپ سے۔ (پھر) اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم کس سے مغفرت طلب کرتے تھے تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب آپ سے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جھوٹ بولتے ہو، تم نے میری عبادت نافرمانی سے کی تھی اور تم نے مجھ سے زبان سے استغفار کیا لیکن تم دلوں سے دور بھاگتے تھے۔ پھر انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا اور تمام مخلوقات کے سامنے پھرایا جائے گا اور کہا جائے گا۔ یہ محمد ﷺ کی امت کے قاری حضرات ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُدْخَلُ فَسَقَةُ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ النَّارَ قَبْلَ عَبَدَةِ الْاُوْثَانِ بِاَلْفَىْ عَامٍ

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فاسق حفاظِ قرآن، بت پرستوں سے دو ہزار سال قبل جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ (فضائلِ حفظ القرآن۔مولانا امداداللہ انور)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قرآن کو ہمارے حق میں دلیل بنائے نہ کہ ہمارے خلاف حجت۔آمین ثم آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۷) تم میں سب سے بہترین شخص

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر اور افضل بندہ وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔

قرآنِ مجید کو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے جب دوسرے کلاموں پر اس طرح کی فوقیت اور فضیلت حاصل ہے، جس طرح کی اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوق پر حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا سیکھنا سکھانا، دوسرے تمام اچھے کاموں سے افضل واشرف ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے اہم پیغمبرانہ وظیفہ، وحی کے ذریعہ قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ سے لینا، اس کی حکمت کو سمجھنا اور دوسروں تک اس کو پہنچانا اور اس کو سکھانا تھا، اس لئے اب قیامت تک جو بندہ قرآن مجید کے سیکھنے سکھانے کو اپنا شغل اور وظیفہ بنائے گا وہ گویا رسول اللہ ﷺ کے خاص مشن کا علمبردار اور خادم ہوگا اور اس کو آنحضرت ﷺ سے خاص الخاص نسبت حاصل ہوگی۔ اس بنا پر قرآنِ پاک کے متعلم اور مُعلّم کو سب سے افضل واشرف ہونا ہی چاہیئے لیکن یہ ایسی صورت میں ہے جب کہ قرآنِ مجید کا سیکھنا سکھانا اخلاص کے

ساتھ اور اللہ کے لئے ہو۔ اگر بدقسمتی سے کسی دنیوی غرض کے لئے قرآن سیکھنے سکھانے کو کوئی اپنا پیشہ بنائے تو حدیثِ پاک میں ہے کہ وہ ان بدنصیبوں میں سے ہوگا جو سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے اور اس کا اولین ایندھن بنیں گے۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ وَعَمِلَ بِمَا فِیْہِ فَاَنَا لَہٗ سَائِقٌ اِلَی الْجَنَّۃِ وَدَلِیْلٌ اِلَی الْجَنَّۃِ (کنز العمال۔۲۳۷۵)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خوب سن لو جس نے قرآن کو سیکھا اور سکھایا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کیا تو میں اس کو جنت میں لے کر جاؤں گا اور اس کے لئے جنت کا رہبر بنوں گا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدَرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَۃٍ مِنْ ضُعَفَآءِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَاِنَّ بَعْضَھُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرٰی وَقَارِئٌ یَقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَامَ عَلَیْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَکَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا کُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَھُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِیَعْدِلَ بِنَفْسِہٖ فِیْنَا ثُمَّ قَالَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْھُھُمْ لَہٗ فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَامَعْشَرَ صَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَذٰلِکَ خَمْسُ مِائَۃِ سَنَۃٍ (ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں (ایک دن) غرباء مہاجرین کی ایک جماعت کے درمیان بیٹھا تھا، ان میں سے کچھ ننگے بدن ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھیوں کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص سامنے قرآن پڑھ رہا تھا کہ اچانک نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہوگئے۔ پڑھنے والے نے جب نبی کریم ﷺ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو وہ چپ ہوگیا اس وقت آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم کتاب اللہ سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں۔ راوی کہتے ہیں کہ (یہ فرما کر) آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے (یعنی کسی خاص شخص کے پہلو میں نہیں بیٹھے) تا کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کا تعلق ہمارے سب کے ساتھ یکساں رہے، پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اس طرح اشارہ کیا (کہ حلقہ بنا کر بیٹھ جاؤ) سب لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اور ان سب کے منہ آپ ﷺ کی طرف ہوگئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے مہاجرین کے مفلس گروہ! تمہیں خوش خبری ہو اس بات کی کہ قیامت کے دن تمہیں بھرپور نور حاصل ہوگا اور تم دولتمند طبقے سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہونگے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کے برابر ہوگا۔

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

گدایاں راازیں معنی خبر نیست　　　　که سلطانِ جہان باماست امروز

(ان غریبوں کو اس بات کی خبر نہیں ہے کہ آج دنیا کے بادشاہ (اللہ کے رسول ﷺ) ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآنِ مجید کو سیکھنے اور سکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۸) سب سے بڑی دولت قرآنِ مجید ہے

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّةِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ تَغْدُ وَکُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِیْقِ فَیَاْتِیَ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِکَ قَالَ اَفَلَا یَغْدُوْ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیُعَلِّمُ اَوْ یَقْرَأُ اٰیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ نَاقَتَیْنِ وَثَلَاثٌ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ ثَلَاثٍ وَاَرْبَعٌ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسولِ کریم ﷺ باہر تشریف لائے تو ہم ''صفہ'' پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان یا عقیق کی طرف جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے کوہان والی بغیر کسی گناہ کے اور بغیر انقطاع صلہ رحمی کے لائے۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم سب اس بات کو پسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (تو پھر سن لو کہ) تم میں سے جو شخص مسجد میں جاتا ہے اور وہاں کتاب اللہ کی دو آیتیں کسی کو سکھاتا ہے یا خود پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ تین آیتیں اس کے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں اس کے لئے چار اونٹنیوں سے

بہتر ہیں۔حاصل یہ ہے کہ آیتوں کی تعداد اونٹیوں کی تعداد سے بہتر ہے (یعنی پانچ آیتیں پانچ اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چھ آیتیں چھ اونٹنیوں سے بہتر ہیں اسی طرح آگے تک قیاس کیا جائے گا، معلوم ہو کہ عرب کا سب سے قیمتی مال اونٹ ہوا کرتے تھے)۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْقُرْاٰنُ غِنًى لَا فَقْرَ بَعْدَهٗ وَلَا غِنٰى دُوْنَهٗ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید (ایسا) غنٰی (دولت) ہے جس کے بعد کسی قسم کا فقر (بھوک اور افلاس وغیرہ) نہیں اور قرآن مجید کے بغیر کوئی غنٰی نہیں ہے۔

قرآن کائنات میں سب سے بڑی دولت ہے، جس کا مقابلہ دنیا وغیرہ کی نعمتیں نہیں کر سکتیں، جس کو یہ دولت حاصل ہو اس سے بڑا کوئی امیر نہیں اور جو حاملِ قرآن نہیں ہے چاہے اس کے پاس قارون کے خزانے بھی موجود کیوں نہ ہوں، وہ دولتمند نہیں اور حقیقی دولت، قرآن ہے جو دنیا اور آخرت میں کام آنے والا ہے اور آخرت میں دولت کا فدیہ نہیں چلے گا مگر قرآن ضرور شفیع ہوگا اور دنیا میں بھی قرآن دنیا و مافیہا سے مستغنی کر دیتا ہے۔

حاملِ قرآن پر رشک برحق ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلٰى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ

اللَّيُلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنفِقُ مِنهُ اٰنَاءَ اللَّيُلِ وَاٰنَاء النَّهَارِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمی قابلِ رشک ہیں (اوران پر رشک کرنا برحق ہے) ایک وہ جس کو اللہ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی ہو پھر وہ دن رات کے اوقات میں اس میں لگا رہتا ہے اور دوسرا وہ خوش نصیب آدمی جس کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو اور وہ دن رات کے اوقات میں راہِ خدا میں اس کو خرچ کرتا رہتا ہے۔

دن اور رات میں قرآنِ پاک میں مشغول ہونے اور لگے رہنے کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے سیکھنے سکھانے میں لگا رہتا ہے، دوسرے یہ کہ نماز میں اور بیرونِ نماز اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ فکر و اہتمام کے ساتھ اس کے احکام و ہدایات پر عمل کرتا رہتا ہے۔ حدیث کے الفاظ ''فَهُوَ يَقُوُمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيُلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ'' اس طرح کی سب شکلوں پر حاوی ہیں۔ قرآنِ پاک کی عظیم نعمت کا شکر یہی ہے کہ بندہ اس کو اپنا شغل اور اپنی زندگی کا دستور بنالے۔

کنز العمال کی حدیث نمبر ۲۳۵۰/ میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنِ ابُنِ عَمُرو قَالَ قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ مَنُ قَرَاَ الْقُرٰاٰنَ فَرَأی اَنَّ اَحَدًا اُعُطِیَ اَفُضَلَ مِمَّا اُعُطِیَ فَقَدُ عَظَّمَ مَا صَغَّرَ اللّٰهُ وَصَغَّرَ مَا عَظَّمَ اللّٰهُ

ترجمہ: حضرت ابنِ عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جس نے قرآن پڑھا (یاد کیا) پھر اس نے کسی دوسرے کے بارے میں خیال کیا کہ اسے مجھ سے افضل چیز دی گئی ہے اس سے جو مجھے دی گئی ہے، تو اس نے اس کو بڑا سمجھا جس کو اللہ نے چھوٹا رکھا ہے اور اس نے (قرآن) کو چھوٹا سمجھا جس کو اللہ نے عظمت دی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کا علم اتنی عظیم نعمت ہے جس کا مقابلہ مال، دولت اور اسبابِ دنیا کی بڑی بڑی عظیم الشان چیزیں نہیں کرسکتیں، یہ سب قرآن کی نعمت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، لیکن آج کل اکثر حفاظِ کرام کا یہ حال ہے کہ وہ اس مرض میں مبتلا ہیں کہ قرآن کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں جب کہ قرآن کے ذریعہ سے دنیا کمانا قرآن و احادیث میں ممنوع ہے۔ ہاں جہاں شرعی قاعدہ سے جائز ہے وہ مستثنیٰ ہیں۔ (فضائلِ حفظ القرآن)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْاَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَآئِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ

(ترمذی، دارمی، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن نے مشغول رکھا میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال اور دعا کرنے سے تو میں اس کو اس سے افضل عطا کروں گا جو سائلوں

اور دعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں اللہ کے کلام کو ویسی ہی عظمت وفضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو۔

جس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ حدیث ''حدیثِ قدسی'' کہلاتی ہے۔ بیان کردہ حدیث اسی قسم سے ہے۔ اس میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں جو بندہ کلام اللہ کے ساتھ ایسا شغف رکھتا ہو کہ رات دن اسی سے لگا لپٹا رہتا ہے، اس کی تلاوت میں، اس کے یاد کرنے میں، اس کے تدبر میں، تفکر میں، اس کے سیکھنے سکھانے میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہتا ہے کہ وہ دوسرے اذکار اور دعائیں نہیں کرسکتا تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ خسارے میں ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ذکر اور دعا کرنے والوں سے زیادہ اور بہتر عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علومِ قرآن کی قدردانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۹) سب سے بڑی عبادت نماز کے بعد تلاوتِ قرآن ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ قِرَآءَ ۃُ الْقُرْاٰنِ

(کنز العمال۔۲۲۶۳)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔

نماز چونکہ جامع عبادت ہے، جس میں جسم اور دل و دماغ سب کی نمائندگی ہوتی ہے۔ قیام، رکوع، سجدہ، تکبیر، تسبیح، تحمید، درود و دعا یہ چیزیں نماز میں ہوتی ہیں۔ لیکن سب سے اہم جز نماز کا تلاوتِ قرآن ہے کیونکہ بغیر تلاوتِ قرآن کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس سے تلاوتِ قرآن کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ قِرَآءَ ۃُ الْقُرْاٰنِ فِیْ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَآءَ ۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرَآءَ ۃُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَۃِ وَالصَّدَقَۃُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کا نماز میں پڑھنا غیر نماز میں پڑھنے سے افضل ہے اور قرآن کا غیر نماز میں پڑھنا تسبیح اور تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ دینے سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے بہتر

ہے اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَوْسِ نِ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قِرَآءَۃُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِیْ غَیْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَۃٍ وَقِرَآءَتُہٗ فِی الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلٰی اَلْفَیْ دَرَجَۃٍ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفیؓ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا بغیر مصحف (یعنی زبانی) قرآن پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور مصحف میں (دیکھ کر) پڑھنے کا ثواب بغیر مصحف (یعنی زبانی) پڑھنے کے ثواب سے دو ہزار تک زیادہ کیا جاتا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمَاہِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ وَالَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ لَہٗ اَجْرَانِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن میں مہارت حاصل کر لی ہو (اور اس کی وجہ سے وہ اس کو حفظ یا ناظرہ بہتر طریقہ پر اور بے تکلف رواں پڑھتا ہو) وہ معزز اور وفادار اور فرمانبردار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو بندہ قرآنِ پاک (اچھا یاد اور رواں نہ ہونے کی وجہ سے زحمت اور مشقت کے ساتھ) اس طرح پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے (ایک تلاوت کا اور دوسرے زحمت و مشقت کا)۔

اس حدیث میں ''سَفَرَۃ'' کا جو لفظ ہے اس سے اکثر شارحین نے

''حاملینِ وحی فرشتے'' مراد لئے ہیں اور بعض حضرات نے اس سے انبیاء ورسلؑ مراد لئے ہیں اور لفظی معنی میں دونوں ہی کی گنجائش ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جو بندے قرآن کو کلام اللہ یقین کرتے ہوئے اس سے شغف رکھیں اور کثرتِ تلاوت اور اہتمام کی وجہ سے قرآنِ پاک سے ان کو خاص مناسبت اور مہارت حاصل ہو جائے، ان کو انبیاء ورسل کی یا حاملِ وحی فرشتوں کی معیت اور رفاقت حاصل ہوگی اور جن ایمان والے بندوں کا حال یہ ہو کہ صلاحیت اور مناسبت کی کمی کی وجہ سے وہ قرآن کو رواں نہ پڑھ سکتے ہوں، بلکہ تکلف کے ساتھ اور اٹک اٹک کے پڑھتے ہوں اور اس کے باوجود اجر وثواب کی امید پر تلاوت کرتے ہوں ان کو تلاوت کے اجر وثواب کے علاوہ اس زحمت ومشقت کا بھی ثواب ملے گا، اس لئے ان کو اپنی اس حالت کی وجہ سے شکستہ دل نہ ہونا چاہیئے۔

عَنِ ابْنِ عَمْرو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَقَدْ اِسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ مِنْ جَنْبَيْهِ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ لَا يَنْبَغِىْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ يَحِدَّ مَنْ حَدَّ وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ يَجْهَلُ وَفِىْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللّٰهِ (کنز العمال۔ ۲۳۴۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اس نے علمِ نبوت کو اپنے سینے میں لے لیا بجز اس کے کہ اس پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ صاحبِ قرآن کو یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ غصہ ور کے ساتھ غصہ کرے یا کسی جاہل کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کرے جب کہ اللہ کا کلام اس

کے سینے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تلاوتِ قرآن سے حظِ وافر عطا فرمائے۔

آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۰) دلوں کا زنگ دور کرنے کا ذریعہ قرآنِ مجید کی تلاوت ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ کَمَا یَصْدَأُ الْحَدِیْدُ اِذَا اَصَابَہُ الْمَآءُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا جِلَاءُ ھَا قَالَ کَثْرَۃُ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم کے قلوب پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آجاتا ہے۔ عرض کیا کہ حضور! دلوں کے اس زنگ کو دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت۔

قلب کا زنگ یہ ہے کہ وہ اللہ سے اور آخرت کے انجام سے غافل اور بےفکر ہو جائے۔ یہ سارے چھوٹے بڑے گناہوں کی جڑ بنیاد ہے اور بلاشبہ اس بیماری کی اکسیر دوا یہی ہے کہ اپنی موت کو بہت زیادہ یاد کیا جائے، اس کا دھیان اور مراقبہ کیا جائے اور قرآن مجید کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی خاص الخاص نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادب اور اخلاص کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے۔ اگر یہ تلاوت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شوق اور تدبر کے ساتھ ہوگی تو ان شاء اللہ قلب کا زنگ دور کر کے اس کو نور سے بھر دے گی۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ آمین۔

قرآن چونکہ اللہ کا کلام ہے، وہ انسانوں کو ان کی زندگی کے مقصد سے آگاہ

کرنے والا ہے۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے جس کا نتیجہ عالمِ آخرت میں ظاہر ہونے والا ہے۔قرآن کا ہر صفحہ آخرت کے تذکرہ سے معمور ہے۔آخرت کے دلائل دیئے گئے ہیں اور مثالوں کے ذریعہ آخرت کا انکار کرنے والوں کے دنیاوی برے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔انسان کی موت،موت کے آگے اس کی بے بسی، عالمِ برزخ، عالمِ حشر، حساب کتاب، نامۂ اعمال اور میزان اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا بندوں کے درمیان آخری فیصلہ فرمانا پھر جو لوگ کامیاب ہیں ان کو جنت کی طرف روانہ کرنا اور ناکام لوگوں کو جہنم میں ڈالنا، جنت جو تمام نعمتوں کا مجموعہ ہے اور جہنم جو تمام تکالیف کا مجموعہ ہے، یہ ساری تفصیلات قرآن میں مکرر بیان کی گئی ہیں۔اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ قرآن کا محور ہی بندوں کو آخرت کے لئے تیار کرنا ہے۔موت کے دریچے سے انسان عالمِ آخرت میں داخل ہوتا ہے۔انسانوں نے اللہ کا انکار کیا، رسولوں کا نکار کیا، ان کی کتابوں کا انکار کیا مگر کوئی بھی موت کا انکار نہیں کر سکا۔موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے انسان کو دوچار ہونا ہے۔جس کو اپنی موت کا استحضار ہوگا وہی صحیح راستہ اختیار کرے گا اور غلط راستہ سے بچے گا۔خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوبؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی جان ٹھہری جانے والی جائے گی

روح رگ رگ سے نکالی جائے گی تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کچھ کرنا ہے آخر موت ہے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ''احسان'' کے بیان میں قرآن مجید کی تلاوت پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: ''تلاوتِ قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق ومحبت اور انتہائی تعظیم واجلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر قرآنِ پاک کی تلاوت کرے اور اس کے مواعظ اور نصائح میں غور اور ان سے اثر لینے کی کوشش کرے اور اس کے احکام وہدایات کی تعمیل اور پیروی کے عزم کے ساتھ تلاوت کرے اور اس میں بیان ہونے والے قصص اور امثال سے عبرت حاصل کرے اور جب اللہ کی صفات کا بیان آئے تو ''سبحان اللہ'' کہے اور جب ان آیتوں سے گزرے جن میں جنت اور اللہ کی رحمت کا بیان ہے تو اللہ سے فضل وکرم فرمانے کی دعا کرے اور اپنے لئے جنت اور رحمت کا سوال کرے اور جب ان آیتوں سے گزرے جن میں دوزخ کا اور اللہ کے غضب کا بیان ہے تو اللہ سے پناہ مانگے''۔

بلاشبہ اس طرح کی تلاوت قلب کا خاص الخاص صیقل ہے اور جس بندہ کو کسی درجہ میں بھی ایسی تلاوت نصیب ہو اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس فضل سے محروم نہ فرمائے۔ (معارف الحدیث)

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ طَهُرَتْ قُلُوْبُكُمْ مَا شَبِعْتُمْ مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (کنز العمال۔۴۰۲۲)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو اللہ عزوجل کے کلام سے کبھی سیر نہ ہونگے اور نہ اکتائیں گے۔

حضرت عثمانؓ کا معمول یومیہ ایک ختمِ قرآن تھا، جس وقت آپ پر بلوائیوں کا حملہ ہوا اس وقت بھی آپ اپنے مکان میں تلاوت میں مصروف تھے اور آپ کا خون سورۂ بقرہ کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (پس اللہ ہی تیرے لئے کافی ہے ان کے مقابلہ میں اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے) پر پڑا۔ جو لوگ آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ کے مکان میں گھسے تھے سب بہت بری اور عبرت ناک موت سے دوچار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تلاوتِ قرآن کے ذریعہ سے اپنے دلوں کا زنگ دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۱) اس امت کے اشراف حاملینِ قرآن ہیں

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّيْلِ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اشراف، حاملینِ قرآن اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔

اشرافِ امت سے مراد یہ ہے کہ وہ باقی امتِ محمدیہ سے زیادہ شرف اور مرتبہ رکھنے والے ہیں۔ اس حدیث میں حاملینِ قرآن کو اشرافِ امت کا اعزاز دیا گیا ہے۔ حاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ بھی کیا، تلاوت کا عمل کرتے ہیں اور اس کے مقتضیٰ پر عمل بھی کرتے ہیں۔ ورنہ جو تلاوت نہیں کرتے اور عمل بھی نہیں کرتے ان کا شمار كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (گدھے کی مانند بوجھ اٹھانے والے) ہیں۔

(فضائلِ حفظ القرآن۔ مولانا امداد اللہ انور)

(۲) عن انس بن مالك قال قال رسول اللّٰه ﷺ ياحملة القران ان اهل السموت يذكرونكم عند اللّٰه تحببوا الى اللّٰه بتوقير كتاب اللّٰه يزدكم حبا ويحببكم الى عباده يا حملة القران انتم مخصوصون برحمة اللّٰه، المعلمون كلام اللّٰه المقربون من اللّٰه من والاهم فقد والى اللّٰه ومن

عاداهم فقد عادى الله يدفع عن قارئ القران بلاء الدنياء ويدفع عن مستمع القران بلاء الاخرة يا حملة القران فتحببوا الى الله بتوقير كتابه يزدكم حبا ويحببكم الى عباده (کنز العمال۔۴۰۳۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اے حاملانِ قرآن آسمانوں والے اللہ کے پاس تمہارا ذکر کرتے ہیں پس تم اللہ کی کتاب کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے اللہ کے ہاں محبوبیت کا درجہ حاصل کرو۔ وہ تم سے محبت کرے گا اور اپنے بندوں کے ہاں تم کو محبوب کردے گا۔ اے حاملینِ قرآن تم اللہ کی رحمت کو خصوصیت کے ساتھ پانے والے ہو، کلام اللہ کو سکھانے والے ہو اور اللہ کا قرب پانے والے ہو۔ جس نے اہلِ قرآن سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی جس نے ان کے ساتھ دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ قرآن کے قاری سے دنیا کی مشقت و مصیبت دفع کردی جاتی ہے اور قرآن سننے والے سے آخرت کی مصیبت دفع کردی جاتی ہے۔ پس ائے حاملینِ قرآن! قرآن کو زیادہ حاصل کرو اور اللہ کے ہاں محبوب بن جاؤ اور اس کے بندوں کے ہاں بھی محبت پاؤ۔

(۳) عن انس قال خرج رسول اللہ ﷺ ذات يوم فنادى باعلى صوته ياحامل القرآن اكحل عينيك بالبكاء اذا ضحك الباطلون وقم بالليل اذا نام النائمون وصم اذا اكل الآكلون واعف عمن ظلمك ولا تحقد لمن يحقد ولا تجهل فيمن يجهل (کنز العمال۔۴۱۹۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسولِ کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور اپنی بلند آواز سے ارشاد فرمایا: ''اے حاملِ قرآن! اپنے آنکھوں کو گریہ وزاری کے سرمہ مُزین کرو جب سرکش لوگ ہنستے ہوں اور رات کے اوقات کو قیام (عبادت) میں گذارو جب لوگ سو رہے ہوں، دن کو روزہ رکھو جب لوگ کھا پی رہے ہوں۔ جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو، جو تم سے کینہ رکھے تم اس سے کینہ نہ رکھو اور جو تم سے جہالت سے پیش آئے تم اس سے جہالت کا برتاؤ مت کرو۔

(۴) عن ابی ذر ان النبی ﷺ قال لاصحابه ای الناس اغنی؟ قالوا سفیان بن حرب قال آخر عبد الرحمن بن عوف قال آخر عثمان بن عفان فقال النبی ﷺ اغنی الناس حملة القرآن من جعل اللّٰه فی جوفه (کنزالعمال۔۴۰۳۹)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مالدار کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا سفیان بن حرب، کسی نے کہا عبدالرحمٰن بن عوف، کسی نے کہا عثمان بن عفان۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے مالدار قرآن کے حاملین ہیں جن کے سینوں میں اللہ نے قرآن رکھ دیا ہے۔

(۵) عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه ﷺ فضل حملة القرآن علی الذی لم یحمله کفضل الخالق علی المخلوق (کنزالعمال۔۲۲۹۹)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حاملینِ قرآن کی فضیلت، اس شخص پر جو حامل قرآن نہیں ہے، ایسی ہے جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے۔

(٦) عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ القراء عرفاء اهل الجنة

(کنز العمال۔۲۲۹۰)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قارئین (قرآن) اہلِ جنت کے سردار ہونگے۔

(٧) عن ابی امامة قال قال رسول اللّٰه ﷺ حامل القرآن حامل راية الاسلام ومن اكرمه فقد اكرم اللّٰه ومن اهانه عليه لعنة اللّٰه

(کنز العمال۔۲۲۹۴)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حاملِ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے، جس نے اس کی توقیر وعزت کی اس نے اللہ کی توقیر وعزت کی اور جس نے ان کی اہانت کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(٨) عن ابی امامة قال قال رسول اللّٰه ﷺ لحامل القرآن دعوة مستجابة (کنز العمال۔۲۳۱۵)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاملِ قرآن کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(۹) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ حملة القرآن اولياء الله فمن عاداهم فقد عادى الله ومن والاهم فقد والى الله (کنزالعمال۔۲۲۹۵)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کے حاملین اللہ کے دوست ہیں، جس نے ان سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔

(۱۰) عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ القرآن افضل من كل شيء فمن وقر القرآن فقد وقر الله ومن استخف بالقرآن استخف بحق الله تعالى حملة القرآن هم المحفوفون برحمة الله المعظمون كلام الله الملبسون نورالله فمن والاهم فقد والى الله ومن عاداهم فقد استخف بحق الله تعالى (الجامع الاحکام القرآن للقرطبی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن ہر شئے سے افضل ہے۔ جس نے قرآن کی تعظیم کی اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور جس نے قرآن کی بے قدری (اور توہین) کی اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ناقدری کی۔ حاملینِ قرآن (حفاظ اور علماء) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے احاطہ میں ہیں۔ کلام اللہ کی عظمت اور قدر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور میں ملبوس ہیں۔ جنھوں نے ان سے دوستی رکھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھی۔ جنھوں نے ان سے دشمنی رکھی بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ناقدری کی۔

حاملانِ قرآن پر دنیا اور آخرت کے انعامات:

(۱) عن جابر قال قال رسول اللهﷺ ان لقارئ القرآن دعوة مستجابة فان شاء صاحبها عجلها فی الدنیا وان شاء اخرها الی الآخرة
(کنزالعمال۔۲۲۸۱)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن کی دعا اللہ کے بارگاہ میں مقبول ہے، چاہے وہ دنیا کے لئے کچھ مانگ لے یا آخرت کے لئے کچھ مانگ لے۔

(۲) عن ابی امامة قال قال رسول اللهﷺ اقرؤوا القرآن فان الله تعالیٰ لا یعذب قلبا وعی القرآن (کنزالعمال۔۲۲۷۱)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو پڑھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس دل کو عذاب نہیں دیں گے جس نے قرآن کو یاد رکھا۔

۳) عن انس قال قال رسول اللهﷺ من جمع القرآن متعه الله بعقله حتی یموت (کنزالعمال۔۲۳۱۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کو محفوظ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل کے ساتھ اس کو نفع پہنچاتے رہیں گے یہاں تک کہ اس کو موت آجائے۔

(۴) عن جابر قال قال رسول اللهﷺ لحامل القرآن اذا عمل به فاحل

حلاله وحرم حرامه شفع فی عشرة من اهل بیته یوم القیامة کلهم قد وجبت له النار (کنزالعمال۔۲۳۲۷)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ حاملِ قرآن جو قرآن پر عمل کرتا ہے اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام گردانتا ہے، وہ اپنے گھر والوں میں سے دس ایسے افراد جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی تھی شفاعت کا حق دار ہو گا۔

(۵) عن معاذ بن انس قال قال رسول اللهﷺ من قرا القرآن وعمل بما فیه البس والداه تاجا یوم القیامة ضوء ه احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کان فیکم فما ظنکم بالذی عمل بهذا

(کنزالعمال۔۲۳۳۵)

ترجمہ: حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کو ماند کرنے والی ہو گی تو پھر عمل کرنے والے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

(٦) عن ابی عتبة الحمصی قال قال رسول اللهﷺ من قرا القرآن کان حقا علی الله ان لا یطعمه النار ما لم یغل به ما لم یراء به مالم ما لم یدعه الی غیره (کنزالعمال۔۲۳۹۹)

ترجمہ: حضرت ابوعتبہ حمصیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کو آگ نہ کھائے، بشرطیکہ اس نے خیانت نہ کی ہو، نہ اس کے ذریعہ دنیا کمائی ہو اور نہ دکھاوا اور ریاکاری کی ہو اور نہ اسے کسی غیر کے سپرد کیا ہو۔

(۷) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من ادام النظر فی المصحف متع ببصره ما دام فی الدنیا (کنزالعمال۔۲۴۰۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مصحف کو پابندی کے ساتھ دیکھ کر پڑھتا رہا، جب تک دنیا میں رہے گا اس کو آنکھوں سے فائدہ پہنچتا رہے گا یعنی اس کی بینائی محفوظ رکھے گا۔

(۸) عن جابر قال قال رسول الله ﷺ اذا مات حامل القرآن اوحی الله الی الارض ان لا تاکلی لحمه قالت الهی کیف آکل لحمه وکلامك فی جوفه (کنزالعمال۔۲۴۸۸)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب حاملِ قرآن مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا۔ زمین عرض کرتی ہے: الٰہی! میں کیسے اس کا گوشت کھا سکتی ہوں جس کے سینے میں تیرا کلام موجود ہے۔

(۹) عن انس قال قال رسول الله ﷺ من تعلم القرآن وعلمه واخذ بما

فیه کان له شفیعا ودلیلا الی الجنة (کنزالعمال۔۲۳۷۶)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس کے احکام پر عمل کیا تو قرآن اس کے لئے شفاعت کرنے والا اور جنت کی راہ بتانے والا ہوگا۔

(۱۰) عن ابی هریرة حدثنا رجل من اهل الاسکندریة افضل الاعمال الحال المرتحل صاحب القرآن یضرب من اوله الی آخره حتی یبلغ آخره ومن آخره حتی یبلغ اوله کلما ارتحل حل (کنزالعمال۔۲۸۱۳)

ترجمہ: اسکندریہ کے ایک شخص، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں افضل عمل منزل کو پہنچ کر پھر کوچ کرنے والا عمل ہے یعنی قرآن کے اول سے سفر شروع کرتا ہے اور آخر تک پہنچتا ہے اور ختم کر کے پھر اول سے شروع کرتا ہے گویا کہ منزل پائی اور پھر کوچ کرلیا۔

جس نے بھی قرآن ختم کیا، اس وقت اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

حاملِ قرآن کی فضیلت کے لئے دس احادیث اور ان کے دنیوی واخروی انعامات کے تعلق سے دس احادیث، قرآن کی اہمیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حاملِ قرآن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۲) اللہ والے

(۱) عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان للّٰہ تعالیٰ اھلین من الناس قیل من ھم قال اھل اللّٰہ وخاصتہ (کنز العمال۔۲۲۷۷)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک لوگوں میں سے کچھ اللہ کے اہل ہیں، پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اللہ والے اور خواص ہیں۔

(۲) عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ اھل القرآن اھل اللّٰہ وخاصتہ (کنز العمال۔۲۲۷۸)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہلِ قرآن، اہل اللہ اور اس کے خاص لوگ ہیں۔

''اہلِ قرآن'' کا ایک عام اطلاق تمام ایمان والوں پر ہوتا ہے اور ایک خاص اطلاق ہے جو قرآن سے خصوصی تعلق رکھنے والوں پر ہوتا ہے۔ جیسے قرآن پڑھنے والے، اس کے پڑھانے والے، اس کی تعلیمات پر چلنے والے، اس کی تعلیمات کو عام کرنے والے، اس کی دعوت کو پوری دنیا میں پھیلانے والے اور اس کے مطابق نظامِ حکومت قائم کرنے والے وغیرہ جیسا کہ ''اولیاء اللہ'' کا اطلاق بموجبِ آیتِ کریمہ **اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝**

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿ (یونس۔۶۲،۶۳)

ترجمہ: خوب سن لو جو اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کی راہ پر چلتے رہے۔

یعنی ہر ایمان والا اور اللہ سے ڈرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ ولایتِ عامہ تو سارے ایمان والوں کو حاصل ہے۔ اس لحاظ سے سارے ایمان والے اللہ کے ولی کہلائے جا سکتے ہیں۔ جس طرح سو، پچاس روپئے بھی مال ہے اور کروڑ، دس کروڑ بھی مال ہے۔ مگر عرفِ عام میں سو، پچاس روپئے رکھنے والے کو مالدار نہیں کہہ سکتے جب تک کہ متعد بہ مقدار، مال و دولت کی موجود نہ ہو، اسی طرح ایمان اور تقویٰ کا اعلیٰ درجہ رکھنے والے کو اللہ کا ولی کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی ''اہل اللہ'' انہی کو کہا گیا ہے جو قرآن سے خاص شغف رکھنے والے ہوں۔ حاملینِ قرآن بھی ''اہلِ قرآن'' میں شامل ہیں۔

''اہلِ قرآن'' وہ نہیں جو احادیثِ رسول ﷺ کا انکار کرنے والے ہیں۔ ایک فرقہ جس کا بانی عبد اللہ چکڑالوی ہے، جو صرف قرآن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور احادیثِ رسول ﷺ کا انکار کرتا ہے، یہاں وہ مراد نہیں ہے۔ یہ لوگ گمراہ ہیں۔

(۳) عن ابی امامة قال قال رسول اللہ ﷺ اهل القرآن عرفاء اهل الجنة (کنز العمال۔۲۲۸۸)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہلِ قرآن جنت کے سرداروں میں سے ہوں گے۔

(۴) عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ يجيىء القرآن يوم القيامة فيقول يا رب حله فيلبس تاج الكرامة ثم يقول يا رب زده فيلبس حلة الكرامة ثم يقول يا رب ارض عنه فيرضى عنه فيقال اقرأ وارق ويزاد بكل آية حسنة (کنزالعمال۔۲۳۲۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن آئے گا اور صاحب قرآن کے حق میں کہے گا اے میرے رب! اس کو عزت کا خلعت پہنائیے۔ پھر اس پڑھنے والے کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن کہے گا اے میرے رب! اس میں اضافہ فرمائیے تو پھر اس کو مکمل خلعتِ عزت زیبِ تن کردایا جائے گا پھر کہے گا اے میرے رب! تو اس کو اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ عطا کر، تو پروردگار اس سے راضی ہو جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو پڑھتا جا اور چڑھتا چلا جا اور اس کو ہر آیت کے بدلہ ایک نیکی دی جائے گی۔

(۵) عن ابن عمرو قال قال رسول اللهﷺ يقال لصاحب القرآن اقرأ وارق ورتل كما كنت ترتل فى دار الدينا فان منزلتك عند آخر آية كنت تقرأها (کنزالعمال۔۲۳۳۰)

ترجمہ: حضرت ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صاحبِ قرآن

سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا چلا جا۔ دھیرے دھیرے یونہی پڑھ جیسے دنیا میں پڑھتا تھا، تیری منزل وہ آخری درجہ ہے جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہوگی۔

(۶) عن بريدة قال قال رسول الله ﷺ ان هٰذا القرآن يلقى صاحبه يوم القيامة حين ينشق عنه قبره كالرجل الشاحب فيقول له هل تعرفنيى فيقول ما اعرفك فيقول انا صاحبك القرآن اظمأتك فى الهواجر واسهرت ليلك وان كل تاجر من وراء تجارته وانا لك اليوم وراء كل تجارة فيعطى الملك بيمينه والخلد بشماله ويوضع على راسه تاج الوقار ويكسى والداه حلتين لا يقوم لهما اهل الدنيا فيقولان بما كسينا هذه فيقال لهما باخذ ولد كما القرآن ثم يقال له اقرا واصعد فى درج الجنة وغرفها فهو فى صعود ما دام يقرا هذا كان او ترتيلا

(کنز العمال۔ ۲۴۷۵)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب صاحبِ قرآن اپنی قبر سے اٹھے گا تو قرآن خوبرو نوجوان کی شکل میں اس سے ملے گا اور کہے گا کیا تو مجھے جانتا ہے؟ وہ نفی میں جواب دے گا۔ قرآن کہے گا میں تیرا ساتھی قرآن ہوں۔ میں نے تجھے سخت گرمیوں کی دوپہر میں تشنہ رکھا، تیری راتوں کو بیدار رکھا۔ ہر شخص دنیا میں تجارت کر کے اپنا نفع لیتا تھا سو آج میں تیرے لئے ہر تجارت سے زیادہ نفع مند بنوں گا، پھر پروانۂ سلطنت اس کے دائیں ہاتھ میں اور پروانۂ ابد

الآباد بائیں ہاتھ میں مرحمت کر دیا جائے گا اور اس کے سر پر وقار و عظمت کا تاج رکھ دیا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسا لباس زیبِ تن کرایا جائے گا کہ ساری دنیا کے لوگ بھی اس کی قیمت نہیں دے سکتے۔ والدین کہیں گے یہ کس وجہ سے؟ کہا جائے گا تمہاری اولاد کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات اور بالا خانوں پر ترقی کرتا جا۔ تو جب تک وہ پڑھتا رہے گا چڑھتا رہے گا، خواہ وہ سبک روی سے پڑھے یا دھیرے دھیرے۔

(۷) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان مثل صاحب القرآن کمثل صاحب الابل المعلقة ان عاھد علیھا امسکھا وان اطلقھا ذھبت (کنز العمال۔۲۷۵۴)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صاحبِ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کے مالک کی طرح ہے، اگر وہ اس کی نگہبانی کرے گا تو روکے رکھے گا اور اگر چھوڑ دے گا تو بھاگ جائے گا۔

(۸) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قام صاحب القرآن فقرا باللیل والنھار وذکر وان لم یقم بہ نسیہ (کنز العمال۔۲۷۸۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صاحبِ قرآن کھڑا ہو کر رات بھر اس کو پڑھتا رہے گا تو یاد رہتا ہے اور اگر اس کی نگہبانی نہ کرے گا تو بھول جائے گا۔

(۹) عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذى يقرا القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له اجران (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن میں مہارت حاصل کرلی ہو (اور اس کی وجہ سے اس کو حفظ یا ناظرہ بہتر طریقے پر یا بے تکلف رواں پڑھتا ہو) وہ معزز و وفادار اور فرمانبردار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو بندہ قرآنِ پاک (اچھا یاد اور رواں نہ ہونے کی وجہ سے زحمت اور مشقت کے ساتھ) اس طرح پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے (ایک تلاوت کا اور دوسرے زحمت و مشقت اٹھانے کا)۔

(۱۰) قال ابن عباس كان القراء اصحاب مجلس عمر ومشاورته كهولا وشابا (ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی مجلس اور مشورے کے اصحاب ادھیڑ ہوں یا جوان، قرآن کے پڑھنے والے ہوتے تھے۔

قرآن کریم سے گہرا تعلق، وابستگی اور شغف بلکہ اس سے محبت و عشق پیدا کرنے کے لئے مذکورہ دس احادیث کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن سے عشق و محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۳) قرآنِ مجید پڑھنے کا ثواب

(۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا لَا اَقُوْلُ "الٓم" حَرْف، اَلِف حَرْف وَلَام حَرْف وَمِیْم حَرْف (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمالی اور یہ ایک نیکی اللہ تعالیٰ کے قانونِ کرم کے مطابق دس نیکیوں کے برابر ہے (مزید وضاحت کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا) میں یہ نہیں کہتا (یعنی میرا مطلب یہ نہیں ہے) کہ ''الٓم'' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (اس طرح ''الٓم'' پڑھنے والا بندہ تیس نیکیوں کے برابر ثواب حاصل کرنے کا مستحق ہوگا)۔

(۲) عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من قرا القرآن فی صلاۃ قائما انما کان له بکل حرف مائة حسنة ومن قرا قاعدا کان له بکل حرف خمسون حسنة ومن قراہ فی غیر صلاۃ کان له بکل حرف عشر حسنات ومن استمع الی کتاب اللّٰہ کان له بکل حرف حسنة

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں سو نیکیاں ہیں اور جس نے اس کو (نماز میں) بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں پچاس نیکیاں ہیں اور جس نے اس کو نماز سے باہر پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے عوض میں دس نیکیاں ہیں اور جس نے کتاب اللہ کو غور سے سنا اس کے لئے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے۔

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من استمع حرفا من کتاب اللّٰہ ظاھرا کتبت له عشر حسنات ومحیت عنه عشر سیئات ورفعت له عشر درجات ومن قرا حرفا من کتاب اللّٰہ فی صلاۃ قاعدا کتبت له خمسون حسنة ومحیت عنه خمسون سیئة ورفعت له خمسون درجة ومن قرا حرفا من کتاب اللّٰہ قائما کتبت له مائة حسنة ومحیت عنه مائة سیئة ورفعت له مائة درجة ومن قرا فختمه کتب اللّٰہ عنده دعوة مستجابة او موخرة

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف بن دیکھے صرف یاد سے سنا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں اور جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف نماز میں بیٹھ کر تلاوت کیا اس کے لئے پچاس نیکیاں

لکھی جاتی ہیں اور پچاس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور پچاس درجات بلند کئے جاتے ہیں اور جس نے قرآن کا ایک حرف نماز میں کھڑے ہو کر پڑھا تو اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور سو درجات بلند کئے جاتے ہیں اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کو ختم کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک دعا فی الحال یا بعد میں قبول ہونے والی لکھ دیتے ہیں۔

آدمی گھر میں نماز پڑھے تو ایک نماز کا ثواب ملے گا، محلّہ کی مسجد میں پڑھے تو پچیس نمازوں کا ثواب ملے گا، جامع مسجد میں پڑھے گا تو پانچ سو نمازوں کا ثواب ملے گا، مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار تک دیا جاتا ہے اور مسجدِ حرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کا درجہ رکھتی ہے، تو قرآنِ مجید کی تلاوت کا ثواب بھی اسی تعداد سے بڑھتا ہے جیسا کہ نمازوں کا ثواب بڑھتا ہے۔ عام دنوں میں حالتِ نماز میں ایک حرف پر سو نیکیاں اور محلّہ کی مسجد میں نماز کی حالت میں پچیس سو نیکیاں، جامع مسجد میں نماز کی حالت میں پچاس ہزار نیکیاں۔ مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ نبوی میں نماز میں ایک حرف پر پچاس لاکھ نیکیاں اور مسجدِ حرام میں ایک کروڑ نیکیاں ملتی ہیں۔ (فضائلِ حفظ القرآن۔ مولانا امداد اللہ انور)

جس طرح مقامات کی فضیلت سے ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح فضیلت و برکت والے شب و روز میں بھی ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ رمضان میں ان مقامات میں ہر حرف پر ستّر گنا ثواب مزید بڑھ جاتا ہے اور شبِ قدر میں ساٹھ ہزار

گنا بڑھ جاتا ہے۔ بے انتہاء ثواب کی تعداد دیکھ کر ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرماتے ہیں: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام۔۱٦٠)

ترجمہ: جو بھی کوئی ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو دس نیکیوں کے برابر ثواب دیا جائے گا۔

یہ تو کم سے کم ثواب کی بات ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً (البقرہ۔۲۴۵)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو دُگنا کردے اور کئی گنا۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○ (البقرہ۔۲۶۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فیاض اور بڑے علم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے بے انتہاء خزانے ہیں اور ہمارا محدود ذہن اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اللہ کے پاس کوئی کنٹرول اور راشننگ نہیں ہے کہ نپا تلا ہی دے۔

فضائل کی احادیث میں گو بعض احادیث ضعیف ضرور ہیں مگر محدثین ہی کا اصول ہے کہ فضائل کے باب میں ضعیف احادیث قبول کی جاتی ہیں۔ جب کسی

مضمون کی کئی ضعیف احادیث وارد ہوتی ہیں تو ایک دوسرے کو تقویت ملتی ہے اور وہ حسن اور صحیح کے درجہ میں پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ لوگ منہ ٹیڑھا کر کے ضعیف ضعیف کر کے ایسی احادیث کو ردّی کی ٹوکری میں ڈالنا چاہتے ہیں، جو نہایت غلط طریقۂ کار ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اجر و ثواب کی امید سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۴) قرآن کے ذریعہ دنیا کمانا

(۱) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى قَاصٍّ يَقْرَاُ ثُمَّ يَسْاَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْئَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيَجِیْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْئَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ (احمد، ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ان کا گذر ایک قصہ گو شخص پر سے ہوا جو قرآن پڑھتا تھا اور لوگوں سے مانگتا تھا تو انھوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص قرآن پڑھے اس کو صرف اللہ ہی سے مانگنا چاہیئے ۔ بے شک کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے مانگیں گے۔

(۲) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو قرآن پڑھے اور اس کو اپنے کھانے کا ذریعہ بنائے یعنی اس سے دنیا کا فائدہ حاصل کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ صرف ہڈی ہوگی جس پر گوشت نہیں ہوگا۔

(۳) عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ من اخذ علی تعلیم القرآن قوسا قلده الله مکانها قوسا من نار جهنم یوم القیامه (کنز العمال۔۲۸۴۱)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآن کی تعلیم پر ایک کمان بھی لی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں آگ کی کمان ڈال دیں گے۔

(۴) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من اخذ علی تعلیم القرآن اجرا فقد تعجل حسناته فی الدنیا والقرآن یحاجه یوم القیامة (کنز العمال۔۲۷۲۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کی تعلیم پر اجرت لی، اس نے اپنی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں جلد وصول کرلیا اور قیامت کے دن قرآن اس سے جھگڑے گا۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَعْنِیْ رِیْحَهَا (احمد، ابوداود، ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دین کا علم جس کے ذریعہ اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعہ دنیا کی متاع حاصل کرے تو قیامت کے دن اسے جنت کی

خوشبو بھی میسر نہیں ہوگی۔

(۶) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْ يَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے اور بیوقوفوں سے جھگڑے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔

(۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اُنَاسًا مِنْ اُمَّتِيْ سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَقُوْلُوْنَ نَاْتِي الْاَمْرَآءَ فَنُصِيْبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَاَنَّهُ يَعْنِيْ الْخَطَايَا (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں بہت سے لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس جا کر ان کی دنیا سے اپنا حصہ حاصل کریں گے اور اپنے دین کو ان سے یکسو رکھیں گے، لیکن ایسا نہیں ہوسکتا جیسا کہ خاردار درخت سے

صرف کانٹے ہی حاصل ہو سکتے ہیں اسی طرح امراء کی صحبت سے نہیں حاصل ہوتا مگر!

حضرت محمد بن صباح کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کی مراد خطایا (گناہ) تھی۔

یعنی امراء کی صحبت سے دین کے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

شاید اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو اس لئے مبہم چھوڑ دیا کہ اتنا بڑا جرم ہے جو زبان پر لایا نہیں جاسکتا۔

(۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ عِنْدَ اَهْلِهٖ لَسَادُوْا بِهٖ اَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لِاَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهٖ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَانُوْا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ اٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ اَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِیْ اَيِّ اَوْ دِيَتِهَا هَلَكَ (ابنِ ماجہ، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر اہلِ علم، علم کی حفاظت کریں اور اس کو اس کے اہل کے حوالے کریں تو بے شک وہ دنیا کے سردار بن جائیں گے، لیکن انہوں نے علم کو دنیا داروں پر خرچ کیا تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنی دنیا حاصل کریں تو وہ دنیا والوں کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہوگئے۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اپنے تمام افکار ومقاصد کو ایک ہی فکر ومقصد یعنی آخرت بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی مقاصد کو پورا فرما دیتا ہے اور جس کے مقاصد پراگندا ہوں دنیا کے معاملات میں تو اللہ تعالیٰ پروا

نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو۔

(۹) عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ اذا رايت العالم يخالط السلطان مخالطة كثيرة فاعلم انه لص (کنز العمال۔۲۷۹۷۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی عالم کو کثرت سے بادشاہوں سے میل جول رکھتے دیکھو تو سمجھو کہ وہ عالم نہیں بلکہ چور ہے۔

(۱۰) عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ ان الله تبارك وتعالیٰ يبغض كل عالم بالدنيا جاهل بالآخرة (کنز العمال۔۲۷۹۷۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اس عالم سے بغض رکھتے ہیں جو دنیا کے معاملات تو جانتا ہے پر آخرت سے بے خبر ہے۔

قرآن اور دین کے علوم کا پڑھنا پڑھانا اس لئے ہو کہ اس سے اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو۔ کوئی شخص اس کو دنیا حاصل کرنے کی نیت سے کرتا ہے اور صرف دنیا حاصل کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض ہو جاتا ہے۔ اسلامی دورِ حکومت میں علماء، فقہاء، معلمینِ قرآن اور اصحابِ قضاء کے لئے مشاہرے مقرر تھے اب وہ باقی نہیں رہے، اس لئے اب فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دین کی بقاء کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً قرآن

کی تعلیم، امامت، قضاء وغیرہ جیسے مناصب کے لئے تنخواہ لینا جائز ہے تاکہ ان کا گذر بسر ہو سکے، لیکن ان کا مقصد دینی خدمات سے اللہ کی رضا اور خوشنودی ہونا چاہئیے۔ دین کو دنیا داروں کے مزاج کے مطابق بنانے کے لئے قرآن و احادیث کی غلط تاویل نہیں کرنی چاہئیے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے غفلت نہیں کرنی چاہئیے۔ ان چیزوں سے غفلت نے مسلم معاشرہ کو قعر مذلت میں ڈال دیا ہے۔ اب جب کہ اسلامی حکومت اور بیت المال نہیں ہے تو خدامِ دین کی ضرورتیں پوری کرنا مسلم معاشرے کی ذمہ داری ہے۔

انبیائے کرامؑ اپنی ذمہ داری کے لئے کسی اجر کے طالب نہیں ہوا کرتے تھے اور وہ صاف صاف اعلان کر دیتے ہیں کہ

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانعام۔۹۰)

ترجمہ: آپ کفار سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے قرآن سنانے پر کچھ اجرت نہیں مانگتا یہ قرآن تو تمام اقوامِ عالم کے لئے صرف ایک نصیحت ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ (سبا۔۴۷)

ترجمہ: آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں نے تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب کیا ہو تو وہ تمہارا، میرا اجر تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے جو ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔

علمائے دین چونکہ انبیائے کرامؑ کے وارثین ہیں انہیں بھی اپنی خدمات پر

کسی اجر، صلہ اور بدلہ کی توقع نہیں رکھنی چاہئیے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور آخرت میں اجر پانے کی امید سے خدمات کرنا چاہئیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آخرت کو نقطۂ نظر بنا کر خدمتِ قرآن کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۵) صحابہ کرامؓ قرآنی امت ہیں

(۱) عن ابن مسعود قال كنا اذا تعلمنا من نبى اللهﷺ عشر آيات من القرآن لم نتعلم العشر التى بعدها حتى نعلم ما فيه فقيل لشريك من العمل؟ قال نعم (کنز العمال۔۴۲۱۳)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم آپﷺ سے دس آیات سیکھ لیتے تھے تو بعد کی دس آیات اس وقت تک نہیں سیکھ لیتے جب تک کہ پہلی دس آیات کی حقیقت معلوم نہ ہوجاتی۔ پوچھا گیا: یعنی جب تک عمل نہ کرلیتے؟ فرمایا ہاں۔

(۲) عن ابى عبد الرحمن السلمى قال حدثنا من كان يقرينا من اصحاب رسول اللهﷺ انهم كانوا يقترء ون من رسول اللهﷺ عشر آيات ولا ياخذون فى العشر الاخرى حتى يعلموا ما فى هذه من العلم والعمل فعلمنا العلم والعمل (کنز العمال۔۴۲۱۵)

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلمیؒ روایت کرتے ہیں کہ جو صحابی ہم کو قرآن پڑھاتے تھے انہوں نے فرمایا کہ جب ہم اللہ کے رسولﷺ سے دس آیات سیکھتے تھے، تو جب تک ہم ان کے علم وعمل کو حاصل نہ کرلیتے اگلی دس آیات نہیں سیکھتے تھے، یوں ہم نے علم وعمل دونوں حاصل کئے۔

(۳) عن علی قال کانت السورة اذا نزلت علی عهد رسول اللهﷺ او الاٰية او اکثر زادت المؤمنين ايمانا وخشوعا ونهتهم فانتهوا

(کنز العمال۔ ۴۲۱۶)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولﷺ کے عہد میں جب کوئی سورۃ یا کوئی ایک آیت یا اس سے زیادہ نازل ہوتی تو مومنین کا ایمان اور خشوع بڑھ جاتا اور وہ آیت ان کو جس بات سے روکتی وہ اس سے رک جاتے تھے۔

(۴) عن ابی الطفيل بن عامر بن واثلة قال شهدت علی بن ابی طالب يخطب فقال فی خطبة سلونی فواللّٰه لا تسئلونی عن شیء يکون الی يوم القيامة الا حدثتکم به، سلونی عن کتاب اللّٰه فواللّٰه ما من آية الا انا اعلم ابليل نزلت ام بنهار ام فی سهل نزلت ام فی جبل

(کنز العمال۔ ۴۷۴۰)

ترجمہ: حضرت ابوطفیل بن عامر بن واثلہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابو طالبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم مجھے قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ پوچھو گے مگر یہ کہ میں تمہیں ضرور بتا دوں گا۔ مجھے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں، میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ دن میں نازل ہوئی ہے یا رات میں نازل ہوئی ہے، وہ نرم زمین پر نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر نازل ہوئی ہے۔

حضرت عمرؓ نے سورۂ بقرہ پڑھنے کے لئے بارہ (۱۲) سال لگائے اور جب فارغ ہوئے تو ایک گائے ذبح کر کے اپنے احباب کی دعوت کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سورۂ بقرہ آٹھ سال میں پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں اور کب نازل ہوئی اور اس کے معنی اور مطلب کیا ہے۔ اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

(۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اسْتَقْرِؤُا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو طلب کرو اور سیکھو چار اصحاب یعنی عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ، اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے ایمان کی دعوت دی اور جن خوش نصیب انسانوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے وہ صحابہ کہلائے۔ اس کے بعد جو قرآن نازل ہوتا گیا، عوام الناس کے لئے دعوت ہوتی تھی اور جو دائرۂ اسلام میں آ گئے ہیں ان کی تعلیم و تربیت کے احکام ہوتے تھے۔ قرآن صحابہ کرامؓ کے احوال و کوائف، ان کے مسائل اور معاملات کے مطابق نازل ہوتا گیا۔ کوئی مشکل درپیش آتی تو اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کرتے اور اُدھر وحیٔ الٰہی

کے ذریعہ جواب آتا۔قرآن میں ''یَسْئَلُوْنَکَ۔۔۔۔'' کے الفاظ میں ان کے سوالات نقل کئے گئے ہیں اور آگے جواب دیا گیا ہے۔قرآن میں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو) کا خطاب صحابہ کرامؓ ہی سے ہے۔دائرۂ اسلام میں آنے والوں کے تعلق سے اللہ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری تلاوتِ آیات، کتاب کی تعلیم، احکام کی تعلیم اور تزکیہ ہے۔اس مضمون کی آیات قرآن میں چار مقامات پر آئی ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۱، سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۲، اور بطورِ نمونہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴، ذیل میں دی جا رہی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران۔۱۶۴)

ترجمہ: واقعی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ انہی میں سے ان میں ایک ایسا رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے، انہیں کتاب کی اور احکام کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس رسول کی تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

جب اللہ کے رسول ﷺ مُعلّم قرآن ہوں اور صحابہ کرامؓ شاگرد ہوں تو تعلیم کیسی مثالی اور اعلیٰ ہوگی۔صحابہ کرامؓ اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن کے الفاظ ہی نہیں بلکہ معنی، مطلب، علم و عمل سب ہی سیکھتے تھے۔الاخوان المسلمون کے مشہور

رہنما سید قطب شہیدؒ نے اپنی زندگی کی آخری کتاب ''المعالم فی الطریق'' میں بہت صحیح بات ارشاد فرمائی ہے کہ صحابہ کرامؓ ''قرآنی امت'' تھے۔قرآن جیسا جیسا نازل ہوتا گیا اس کی ہدایت کے مطابق وہ اپنے آپ کو ڈھالتے چلے گئے۔جس بات کا حکم دیا جاتا کر گذرتے اور جس سے روکا جاتا ترک جاتے۔

مفکر الاسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ ''ایمان لانے کے بعد صحابۂ کرامؓ گویا دوسرے جنم میں پیدا ہو گئے تھے۔اسلام میں داخل ہو کر انہوں نے نیا جنم لے لیا تھا۔ جہالت کی ساری چیزوں کو خیر باد کہہ کر جو بھی حکمِ الٰہی ہوتا اس کے مطابق اپنا عقیدہ اور فکر اور اپنی زندگیوں کو بناتے چلے گئے۔صحیح معنوں میں ان کی کایا پلٹ اور کایا کلپ ہو گئی تھی''۔ساری بحث کا خلاصہ اور نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات کے بعد قرآن کو صحیح سمجھنے کا ذریعہ صحابہ کرامؓ کے اقوال اور اعمال ہیں۔ کچھ لوگ اس حقیقت کو نظر انداز کر کے قرآن کو سمجھنا چاہتے ہیں جو کہ محال اور ناممکن ہے۔ کچھ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو درمیان سے ہٹا کر قرآن کے مفہوم تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کچھ لوگ صحابۂ کرامؓ کی تشریحات کو نظر انداز کر کے قرآن کو سمجھنا چاہتے ہیں، یہ ان لوگوں کی بنیادی غلطی ہے۔ **اللّٰھم احفظنا منہ۔**

اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ کے رسول اور صحابۂ کرام کی تعلیمات، اقوال و اعمال سے قرآن کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۶) سکینہ کا نزول

(۱) عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰهﷺ ما اجتمع قوم فی بيت من بيوت اللّٰه يتلون كتاب اللّٰه ويتدارسونه بينهم الا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملٰئكة وذكرهم اللّٰه فيمن عنده

(کنزالعمال۔۲۳۲۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں جمع ہوکر تلاوت نہیں کرتی مگر یہ کہ ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجودہ ملائکہ کے روبرو کرتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ کے کچھ بندوں کا اس کے گھر میں جمع ہوکر ذکر کرنا خاص برکات رکھتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں ''اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانوں کا جمع ہوکر ذکر وغیرہ کرنا رحمت وسکینت اور قربِ ملائکہ کا خاص وسیلہ ہے''۔ (حجۃ اللہ البالغہ۔جلد دوم)

کتاب اللہ کا درس وتدریس کرنے والوں کی مجلس پر چار خاص نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔(۱) سکینہ کا نزول،(۲) رحمت کا ڈھانپ لینا،(۳) فرشتوں کا گھیر لینا اور(۴) اللہ کا ذکر فرمانا۔

(۱) سکینہ کا نزول: سکینہ، عظیم ترین روحانی نعمتوں میں سے ہے۔سکینہ سے مراد خاص درجہ کا قلبی اطمینان اور روحانی سکون ہے، جو اللہ کے خاص بندوں کو اللہ کی طرف سے، خصوصی عطیہ کے طور پر نصیب ہوتا ہے،اسی کو اہلِ سلوک ''جمیعتِ قلبی'' بھی کہتے ہیں۔اس دولت و نعمت کا صاحبِ سکینہ کو احساس اور شعور بھی ہوتا ہے۔اگر یہ کیفیت محسوس نہ ہو تو یہ سمجھنا چاہئیے کہ اس کی زندگی میں ایسی کچھ خرابیاں ہیں جو سکینہ کے نزول کے لئے رکاوٹ بنی ہوئی ہیں اور اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئیے ربِ کریم کا وعدہ، برحق ہے۔

(۲) رحمت کا ڈھانپ لینا: رحمتِ الٰہی ان کو اپنے آغوش و سایہ میں لے لیتی ہے۔

(۳) فرشتوں کا گھیر لینا: ہر طرف سے فرشتے ان کو زمین سے آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔

(۴) اللہ کا ذکر کرنا: اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کے حلقہ میں ان بندوں کا ذکر فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں، غائبانہ مجھ پر اور میری کتاب پر ایمان لائے ہیں،اس کے باوجود محبت اور خشیت کی کیفیت اور ذوق وشوق کے ساتھ میری کتاب کی تلاوت کر رہے ہیں۔ بلاشبہ مالک الملک کا اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کا اس طرح ذکر فرمانا وہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے آگے کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محروم نہ رکھے۔آمین ثم آمین۔

(۲) عن اسید بن حضیر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اقرا یا اسید فان الملائکة لم تزل یستمعون صوتك فلو قرات اصبحت ظلة بین السماء والارض یتراها الناس فیها الملائکة (کنز العمال ۔ ۲۴۳۳)

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم قرآن پڑھتے رہو کیونکہ ملائکہ تمہاری آواز سن رہے تھے اگر تم یوں ہی پڑھتے رہتے تو آسمان زمین کے درمیان بادل کا سائبان رونما ہو جاتا جسے تمام لوگ دیکھ لیتے اور اس میں فرشتے ہوتے۔

حضرت اسید بن حضیرؓ رات کے وقت تلاوت کر رہے تھے، ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا تو گھوڑا اچھلنے کودنے لگا، اس کے بازو ہی میں ان کا چھوٹا بچہ سویا ہوا تھا، تو انہوں نے تلاوت بند کر دی اور پھر باہر نظر کی تو دیکھا کہ ابر کا سائبان ہے، جس میں چراغ جل رہے ہیں۔ حضرت اسیدؓ نے صبح اللہ کے رسول ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اگر تم پڑھتے رہتے تو بادل کے سائبان میں فرشتے نیچے اتر آتے اور سارے ہی لوگ ان کو دیکھ لیتے۔

(۳) عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ البیت اذا قرئ فیه القرآن حضرته الملائکة وتنکبت عنه الشیاطین واتسع علی اهله وکثر خیره وقل شره وان البیت اذا لم یقرا فیه حضرته الشیاطین وتنکبت عنه الملائکة وضاق علی اهله وقل خیره وکثر شره (کنز العمال ۔ ۲۴۳۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اس مبارک گھر میں فرشتے حاضری دیتے ہیں اور شیاطین و آسیبی اثرات دفع ہو جاتے ہیں۔ گھر والوں میں وسعت و فراخی ہوتی ہے، خیر بڑھ جاتا ہے اور شر کم ہو جاتا ہے اور جس گھر میں قرآن کی تلاوت نہیں کی جاتی شیاطین اور بُرے اثرات اس گھر میں ڈیرہ ڈالتے ہیں اور فرشتے وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس گھر والوں کے مال و رزق میں تنگی ہو جاتی ہے، خیر کم ہو جاتا ہے اور شر بڑھ جاتا ہے۔

(۴) عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان اصغر البیوت بیت لیس فیه من کتاب الله شیء فاقرؤوا القرآن فانکم تؤجرون علیه بکل حرف عشر حسنات اما انی لا اقول الٓم ولکن الف ولام ومیم

(کنز العمال۔۲۴۸۰)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک کم ترین و بے وقعت گھر وہ ہے جس میں کچھ بھی کلامِ الٰہی نہیں (پڑھا جاتا) پس تم قرآن پڑھتے رہو کیونکہ تمہیں ہر حرف پر دس نیکیاں دی جاتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے۔

(۵) عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ ان بیوتات المؤمنین

لمصابیح الی العرش یعرفونها مقربو السموات السبع یقولون هذا النور من بیوتات المؤمنین التی یتلی فیها القرآن (کنزالعمال۔۲۴۸۱)

ترجمہ: حضرت ابودارداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومنین کے مکانات عرش والوں کے یہاں روشن چراغ ہیں، جن کو ساتوں آسمان کے مقرب فرشتے پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ان ایمان والوں کے مکانات ہیں جہاں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۷) قرآن سے لاپرواہی

(۱) عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ من القرآن او آیۃ اوتیھا رجل ثم نسیھا

(کنز العمال۔۲۸۳۳)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر امت کے اجر پیش کئے گئے حتی کہ اس تنکے کا اجر بھی جو کسی شخص نے مسجد سے نکال دیا اور مجھ پر امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے اور میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو کوئی قرآن کی سورۃ یا آیت یاد تھی پھر اس نے بھلا دی۔

(۲) عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ تعاھدوا ھٰذا القرآن فانہ وحشی فلھو اسرع تفصیا من صدور الرجال من الابل من عقلھا ولا یقولن احدکم نسیت آیۃ کیت وکیت بل نسی

(کنز العمال۔۲۸۵۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی نگہبانی کرتے رہو کیونکہ یہ بہت جلد نامانوس ہونے والا ہے۔ اونٹ جو رسی سے بندھا ہوا ہے اس سے زیادہ جلدی لوگوں کے سینوں سے نکل جانے والا ہے۔

کوئی ہرگز یوں نہ کہے کہ میں نے فلاں فلاں آیت بھلا دی بلکہ یوں کہے کہ مجھ سے فلاں اورفلاں آیت بھلا دی گئی۔

(۳) عن سعد بن عبادة قال قال رسول اللہ ﷺ ما من احد تعلم القرآن ثم نسی الا لقی اللہ یوم القیامة اجذم (کنزالعمال۔۲۸۳۴)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں کوئی شخص جو قرآن سیکھے پھر اسے بھلا دے مگر وہ قیامت کے دن اللہ سے کوڑھی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔

(۴) عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ ﷺ الغرباء فی الدنیا اربعة قرآن فی جوف ظالم ومسجد فی نادی قوم لا یصلی فیه ومصحف فی بیت لا یقرا فیه ورجل صالح مع قوم سوء (کنزالعمال۔۲۸۴۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں غریب ترین چار چیزیں ہیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں (۱) وہ قرآن جو ظالم کے سینے میں ہے، (۲) کسی قوم کے محلّہ کی وہ مسجد جس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو، (۳) کسی گھر میں وہ قرآن جس کی تلاوت نہ کی جاتی ہو اور (۴) نیکوکار شخص جو برے لوگوں کے ساتھ رہ رہا ہو۔

(۵) عن صہیب قال قال رسول اللہ ﷺ ما آمن بالقرآن من استحل محارمه (کنزالعمال۔۲۸۴۴)

ترجمہ: حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جس نے اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرالیا ہے۔

(٦) عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الزبانية اسرع الى فسقة حملة القرآن منهم الى عبدة الاوثان فيقولون يبدا بنا قبل عبدة الاوثان؟ فيقال لهم ليس من يعلم كمن لا يعلم (کنز العمال۔۲۹۰۰۵)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کی طرف ہانک کر لے جانے والے فرشتے فاسق حاملینِ قرآن کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں بنسبت بتوں کے پوجنے والوں کی طرف بڑھنے سے۔ حاملینِ قرآن کہیں گے کہ ان بتوں کے پجاریوں سے پہلے ہمیں کیوں پکڑا جارہا ہے؟ جواب دیا جائے گا کہ علم رکھنے والا علم نہ رکھنے والے کی طرح نہیں ہوتا۔

(٧) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ رب حامل فقه غير فقيه ومن لم ينفعه علمه ضره جهله اقرا القرآن ما نهاك فان لم ينهك فلست تقرؤه (کنز العمال۔۲۹۰۰۴)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے حاملینِ فقہ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ فقیہ نہیں ہوتے اور جس شخص کو اس کا علم نفع نہ پہنچائے اسے جہالت نقصان پہنچاتی ہے۔ جب تک قرآن تمہیں برائیوں سے روکتا رہے تم قرآن پڑھتے رہو اور جب تمہیں برائیوں سے نہ روکے تو گویا کہ تم قرآن

نہیں پڑھ رہے ہو۔

(۸) عن عصمة بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اكثر منافقى امتى قراؤها (کنز العمال۔۲۸۹۷۲)

ترجمہ: حضرت عصمت بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر منافقین میری امت کے قراء ہوں گے۔

(۹) عن عمران بن حصين قال قال رسول الله ﷺ ان اخوف ما اخاف عليكم بعدى كل منافق عليم اللسان (کنز العمال۔۲۸۹۷۰)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف اس منافق کا ہے جس کا علم زبان تک ہے۔

(۱۰) عن ابى الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اخاف على امتى من بعدى ثلاثة زلة عالم وجدال منافق بالقرآن والتكذيب بالقدر

(کنز العمال۔۲۸۹۶۶)

ترجمہ: حضرت ابودارداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے بعد امت پر تین باتوں کا خوف ہے: عالم کے پھسل جانے کا، منافق کا قرآن میں جھگڑنے کا اور تقدیر کے جھٹلانے کا۔

یہ احادیث ہمیں تنبیہ کرتی ہیں کہ ہم قرآن سے غفلت نہ کریں بلکہ اس کی

کما حقہ تلاوت کریں اور اس پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سے جڑ کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہ تعالیٰ

(۳۸) فضائلِ قرآن

(۱) عن عائشة قالت قال رسول اللّٰہ ﷺ القرآن افضل من كل شیء دون اللّٰہ وفضل القرآن على سائر الكلام كفضل اللّٰہ على خلقه فمن وقر القرآن فقد وقر اللّٰہ ومن لم يوقر القرآن فقد استخف بحق اللّٰہ وحرمة القرآن عند اللّٰہ كحرمة الوالد على ولده القرآن شافع مشفع وماحل مصدق فمن شفع له القرآن شفع ومن محل به القرآن صدق ومن جعل القرآن امامه قاده الى الجنة ومن جعله خلفه ساقه الى النار حملة القرآن هم المحفوفون برحمة اللّٰہ الملبسون نور اللّٰہ المتعلمون كلام اللّٰہ من عاداهم فقد عادى اللّٰہ ومن والاهم فقد والى اللّٰہ يقول اللّٰہ عزوجل يا حملة كتاب اللّٰہ استجيبوا للّٰہ بتوقير كتابه يزدكم حبا ويحببكم الى خلقه يدفع عن مستمع القرآن سوء الدنيا ويدفع عن تالى القرآن بلوى الآخرة ولمستمع آية من كتاب اللّٰہ خير له من صبير ذهبا وتالى آية من كتاب اللّٰہ خير له مما تحت اديم السماء وان فى القرآن لسورة تدعى العظيمة عند اللّٰہ يدعى صاحبها الشريف عند اللّٰہ تشفع لصاحبها يوم القيامة فى اكثر من ربعة ومضر وهى يس

(کنز العمال۔۲۳۶۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن اللہ کے سوا ہر چیز سے افضل ہے۔قرآن کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت تمام مخلوق پر۔جس نے قرآن کی توقیر کی اس نے اللہ کی توقیر کی، جس نے قرآن کی توقیر نہ کی اس نے اللہ کے حق کی اہانت کی۔اللہ کے ہاں قرآن کی حرمت وعظمت ایسی ہے جیسے والد کی حرمت اس کی اولاد پر۔قرآن ایسا شفاعت کنندہ ہے جس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اور ایسا مدعی ہے جس کا دعویٰ تسلیم کیا جاتا ہے۔جس کے لئے قرآن نے شفاعت کی، سن لی گئی، جس کے خلاف جھگڑا کیا اسے تسلیم کیا گیا، جس نے اس کو اپنے آگے آگے رکھا یہ اس کو جنت تک پہنچا دے گا اور جس نے اس کو پسِ پشت ڈال دیا اسے جہنم تک ہانک کر لائے گا۔حاملینِ قرآن ہی اللہ کی رحمت کے سائے میں ہیں۔اس کے نور کے ساتھ متصف ہیں۔کلامِ الٰہی کو سیکھنے والے ہیں، جس نے ان سے دشمنی مول لی اس نے درحقیقت اللہ سے جنگ مول لی۔جس نے ان سے دوستی نبھائی درحقیقت اللہ سے دوستی کی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے حاملینِ کتاب اللہ! اس کی کتاب کی عزت وعظمت قائم رکھ کر اللہ کی پکار کا جواب دو، وہ تم سے بڑھ کر محبت کرے گا اور اپنی مخلوق کے یہاں بھی تم کو ہر دل عزیز کرے گا۔قرآن کی طرف کان لگا کر سننے والے سے دنیا کی تکلیف دفع کر دی جاتی ہے اور پڑھنے والے سے آخرت کی مصیبت دفع کر دی جاتی ہے۔ قرآن کی آیت سننے والے کے لئے یہ سننا سونے کے پہاڑ سے بہتر ہے اور قرآن

کی ایک آیت تلاوت کرنے والے کے لئے یہ آسمان کے تلے کی تمام اشیاء سے بہتر ہے۔قرآن میں ایک سورت ہے جس کو اللہ کے یہاں ''عظیمہ'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔اس کے پڑھنے والے کو اللہ کے یہاں بلایا جائے گا اور یہ سورت اس کے لئے قبیلہ ربیعہ ومضر سے زیادہ افراد کے بارے میں شفاعت کرے گی اور یہ ''سورۂ یٰس'' ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّآئِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی سَآئِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ

(ترمذی، دارمی، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن نے مشغول رکھا میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال اور دعا کرنے سے، میں اسے اس سے افضل عطا کروں گا جو سائلوں اور دعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں اور دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں اللہ کے کلام کو ویسی ہی عظمت وفضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو۔

جس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے تو ایسی حدیث ''حدیثِ قدسی'' کہلاتی ہے۔ یہ حدیث بھی اسی قسم سے ہے۔اس میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (۱) ایک تو کلام اللہ سے شغف رکھنے

والوں کے لئے مانگنے والوں اور ذکر کرنے والوں سے زیادہ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے، (۲) دوسری بات جو ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسرے کلاموں پر ایسی عظمت وفضیلت حاصل ہے جیسی کہ خود اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوقات کے مقابلہ میں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفتِ قائمہ ہے۔

(۳) عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان هذا القرآن مادبة اللّٰه فتعلموا من مادبته ما استطعتم ان هذا القرآن هو حبل اللّٰه والنور المبين، والشفاء النافع عصمة لمن تمسك به، ونجاة لمن اتبعه لا يعوج فيقوم ولا يزيغ فيستعتب ولا تنقضى عجائبه ولا يخلق عن كثرة الرد، فاتلوه، فان اللّٰه تعالىٰ ياجركم على تلاوته بكل حرف عشر حسنات، اما انى لا اقول الٓم حرف، ولكن الف ولام وميم ولا الفين احدكم واضعا احدى رجليه يدع ان يقرا سورة البقرة، فان الشيطان يفر من البيت الذى يقرا فيه سورة البقرة وان اصفر البيوت لجوف اصفر من كتاب اللّٰه

(کنز العمال۔۲۳۵۶)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا دستر خوان ہے تم اس سے جتنا ہو سکے سیکھ لو اور یہ قرآن اللہ کی رسی اور واضح نور ہے اور شفاء دینے والا اور نفع بخش ہے۔جس نے اس کو تھام لیا وہ محفوظ ہو گیا اور جس نے اس کی پیروی کی اس کے لئے نجات دلانے والا ہے۔اس کی راہ

ٹیڑھی نہیں ہوتی جس کو درست کیا جائے، نہ اس کی راہ حق سے منحرف ہوتی ہے کہ اس کو واپس لایا جائے، اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے، بار بار پڑھنے سے یہ پرانا نہیں ہوتا۔ پس تم اس کی تلاوت کرتے رہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا فرمائیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے اور میں کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی ٹانگ پر ٹانگ دھرے ہوئے کبر وغرور سے سورۂ بقرہ کو ترک کئے بیٹھا ہو، اس کی تلاوت کیا کرو کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ گھروں میں خالی اور ویران گھر وہ دل ہے جو کتاب اللہ سے خالی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے فضائل جاننے، یقین کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳۹) مختلف سورتوں کے فضائل

(۱) سورۂ فاتحہ کے فضائل:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِاُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ اَتُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَمْ یَنْزِلْ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا قَالَ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ تَقْرَأُ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ فَقَرَاَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُعْطِیْتُهٗ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ: کیا تمہاری خواہش ہے کہ میں تم کو قرآن کی وہ سورت سکھاؤں جس کے مرتبہ کی کوئی سورت نہ توریت میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ قرآن ہی میں! حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ ہاں حضورؐ! مجھے وہ سورت بتا دیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نماز میں قرأت کس طرح کرتے ہو؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر سنائی (کہ میں نماز میں یہ سورت پڑھتا ہوں اور اس طرح پڑھتا ہوں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے

قبضہ میں میری جان ہے توریت، انجیل، زبور میں سے اور خود قرآن میں بھی اس جیسی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔ یہی وہ ''سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ'' ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ (کنزالعمال)

سورۂ فاتحہ کے فضائل کا خلاصہ:

سورۂ فاتحہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔اسی کو''ام القرآن''،''ام الکتاب''، ''سبع المثانی'' اور ''قرآنِ عظیم'' کہا گیا ہے۔سورۂ فاتحہ اللہ کے رسول ﷺ کو عرش کے خزانہ سے دی گئی ہے اور اس میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔ (کنزالعمال)

(۲) فضائلِ سورۂ بقرہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِکُلِّ شَیْءٍ سِنَامٌ وَسِنَامُ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَفِیْهَا اٰیَةٌ هِیَ سَیِّدَةُ اٰیِ الْقُرْاٰنِ اٰیَةُ الْکُرْسِیُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی کوئی چوٹی ہوتی ہے (جو سب سے اوپر اور بالاتر ہوتی ہے) اور قرآن کی چوٹی سورۂ بقرہ ہے اور اس میں ایک آیت (آیت الکرسی) تمام آیاتِ قرآنی کی گویا سردار ہے۔

سورۂ بقرہ کے فضائل کا خلاصہ:

قرآن کی افضل ترین سورت، سورۂ بقرہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس

گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر میں شیطان تین دن تک داخل نہیں ہوتا۔ یہ سورت قرآن کا خیمہ ہے، اس کا سیکھنا موجبِ برکت ہے اور اس کا ترک کرنا موجبِ حسرت ہے، باطل پرست لوگ (جادوگر وغیرہ) اس کی استطاعت نہیں رکھتے، اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، ان میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کرتے رہو۔ (کنزالعمال)

(۳) فضائلِ سورۂ آل عمران:

عن ابی امامة قال قال رسول اللهﷺ اقرؤوا القرآن فانه یاتی یوم القیامة شفیعا لاصحابه اقرؤوا الزهراوین البقرة وآل عمران فانهما یاتیان یوم القیامة کانهما غمامتان او غیایتانی او کانهما فرقان من طیر صواف یحاجان عن اصحابهما اقرؤوا سورة البقرة فان اخذها برکة وترکها حسرة ولا تستطیعها البطلة (کنزالعمال۔۲۵۴۴)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو کیونکہ یہ روزِ قیامت اپنے اصحاب کے لئے شفاعت کنندہ بن کر آئے گا۔ دو روشن سورتیں یعنی سورۃ البقرۃ وسورۃ آل عمران پڑھو کیونکہ وہ روزِ حشر اپنے پڑھنے والوں پر بادل کی مانند چھاجائیں گی یا صف درصف پرندوں کے غول کی مانند آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی حمایت میں جھگڑیں گی۔ سورۃ البقرۃ پڑھو کیونکہ اس کا پڑھنا باعثِ برکت اور ترک کرنا باعثِ حسرت وندامت ہے۔ باطل پرست

لوگ اس کی ہمت نہیں رکھتے۔

(۴) فضائلِ سورۂ کہف:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَاَ سُوْرَۃَ الْکَھْفِ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ اَضَاءَ لَہُ النُّوْرُ مَا بَیْنَ الْجُمُعَتَیْنِ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے، اس کے لئے نور روشن ہو جائے گا دو جمعوں کے درمیان (اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک)۔

فضائلِ سورۂ کہف کا خلاصہ:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سورت کی عظمت زمین و آسمان کے خلاء کو پُر کرنے والی ہے۔ اس کے لکھنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا کہ پڑھنے والے کو اور جو اس کو جمعہ کے دن پڑھے گا دوسرے جمعہ اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جو شخص سوتے وقت آخر کی پانچ آیتیں تلاوت کرے گا تو جس وقت بھی وہ چاہے اللہ اس کو بیدار کر دیتے ہیں۔ اس سورت کو ''حائلہ'' کہا گیا ہے کیونکہ یہ اپنے قاری اور جہنم کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ جس نے اس کے شروع کی دس آیات پڑھیں یا دوسری روایت کے مطابق آخر کی دس آیات پڑھیں تو دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اس سورت کے نازل ہوتے وقت ستر ہزار فرشتے ساتھ تھے۔ جس نے اس کو جمعہ کی رات پڑھا اس کے لئے صنعاء و بصریٰ کے

درمیان جتنا فاصلہ ہے اتنا نور ہوگا اور جس نے جمعہ کے دن اس کو پڑھا دوسرے جمعہ تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور وہ آٹھ دن تک کے لئے ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (کنزالعمال)

(۵) فضائلِ سورۂ یٰس:

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُزَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَاَ يٰسٓ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَاقْرَءُوْهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار مزنیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کے لئے سورۂ یٰس پڑھی اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، لہٰذا یہ مبارک سورۃ مرنے والوں کے پاس پڑھا کرو۔

فضائلِ سورۂ یٰس کا خلاصہ:

تورات میں اس سورت کو "مُعِمّہ" کہا گیا ہے یعنی اپنے پڑھنے والوں کو دنیاوآخرت کی کامیابی دلانے والی اور اس سے دنیاوآخرت کی مصیبت دور کرنے والی، اس لئے اس کا نام الدافعہ، عزیزہ اور القاضیہ بھی ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو عزیز کہا گیا ہے۔ یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی اور ہر تکلیف کو دور کرتی ہے جو اس کو شروع دن میں پڑھے گا اس کی تمام حاجتیں پوری کی جائیں گی۔ اس کو پڑھنے کا ثواب دس قرآن کے برابر ہے اور دس حجوں کے برابر ہے۔ جو اس کو محض سنے گا اس کے لئے ہزار دینار خدا کی راہ میں دینے کے برابر ثواب ہوگا۔ جو اس کو لکھ کر اس

کا پانی نوش کرے اس کے شکم میں ہزار بیماریوں کی دوائیں، ہزار نور، ہزار یقین، ہزار برکات اور ہزار برکتیں داخل ہوجائیں گی اور اس سے ہر کھوٹ اور بیماری نکال دی جائے گی۔ (کنز العمال)

(۶) فضائلِ سورۂ رحمٰن:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَیْءٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ اَلرَّحْمٰنُ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔

(۷) فضائلِ سورۂ واقعہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِیْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ يَامُرُ بَنَاتَهٗ يَقْرَاْنَ بِهَا فِیْ كُلِّ لَيْلَةٍ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے اسے کبھی فقر و فاقہ کی نوبت نہیں آئے گی۔ (نیچے کے راوی بیان کرتے ہیں) کہ خود حضرت ابن مسعودؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی صاحبزادیوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے اور وہ ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھتی تھیں۔

(۸) فضائلِ سورۂ ملک:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ سُوْرَةً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَ لَهٗ وَهِیَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ

(احمد، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی ایک سورت نے جو صرف تیس آیتوں کی ہے، اس نے ایک بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سفارش کی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا اور وہ سورۃ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے۔

(۹) فضائلِ سورۂ تکاثر:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ؟ قَالُوْا وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْفَ اٰيَةٍ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ، قَالَ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی یہ نہیں کرسکتا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں قرآن پاک کی پڑھ لیا کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: حضور ﷺ! کس میں یہ طاقت ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی اتنا نہیں کرسکتا کہ سورۂ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ لیا کرے۔

فضائلِ سورۂ زلزال، سورۂ کافرون وسورۂ اخلاص:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِذَا زُلْزِلَتْ" تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَ "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''سورۂ اذا زلزلت'' نصف قرآن کے برابر ہے اور ''قل ھو اللہ احد'' تہائی قرآن کے برابر ہے اور ''قل یا ایھا الکافرون'' چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلِّمْنِىْ شَيْئًا اَقُوْلُهٗ اِذَا اَوَيْتُ اِلٰى فِرَاشِىْ فَقَالَ اِقْرَاْ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ

(ترمذی، ابوداود، نسائی)

ترجمہ: حضرت فروہ بن نوفلؓ اپنے والد ماجد نوفلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز پڑھنے کو بتا دیجئے جس کو میں سوتے وقت بستر پر پڑھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''قل یا ایھا الکافرون'' پڑھ لیا کرو اس میں شرک سے براءت ہے۔

قل ھو اللہ احد کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا ثواب ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ جس نے ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی اس پر

برکت نازل کی جائے گی، اگر دومرتبہ پڑھی تو اس پر اور اس کے اہلِ خانہ پر برکت نازل کی جائے گی اور اگر تین مرتبہ پڑھی تو اس پر اور اس کے اہلِ خانہ پر اور ہمسایوں پر برکت نازل کی جائے گی اور اگر بارہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے اور محافظ فرشتے کہیں گے چلو اپنے بھائی کا گھر دیکھ کر آئیں۔ اگر سو مرتبہ پڑھے تو پچیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، سوائے خون اور اموال کے۔ اگر دوسو مرتبہ پڑھے تو پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا سوائے خون اور مال کے۔ اگر تین سو مرتبہ پڑھے تو چار ایسے شہیدوں کا ثواب لکھ دیں گے جن کے گھوڑے زخمی ہو گئے ہوں اور ان کا خون بہہ گیا ہو۔ اگر ہزار مرتبہ پڑھ لے تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنا گھر نہ دیکھ لے۔ جو عرفہ کی شام ہزار مرتبہ یہ سورت پڑھے گا تو جو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اس کو عطا فرمائیں گے۔ ایک صحابی ہر نماز میں ہر ضم سورت کے ساتھ **قل ھو اللّٰہ احد** پڑھا کرتے تھے، ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ یہ سورت مجھے بہت محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی محبت تم کو جنت میں پہنچائے گی۔

معوذتین:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں

معلوم نہیں آج رات جو آیتیں مجھ پر نازل ہوئی ہیں (وہ ایسی بے مثال ہیں کہ) ان کے مثل نہ کبھی دیکھی گئیں نہ سنی گئیں: وہ ''**قل اعوذ برب الفلق**'' اور ''**قل اعوذ برب الناس**'' ہیں۔

حضرت عقبہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا۔ **جُحفَۃَ** اور **اَبوَاء** کے درمیان سخت آندھی آگئی اور اندھیرا چھا گیا تو اللہ کے رسول ﷺ یہ دونوں سورتیں پڑھ کر پناہ مانگنے لگے اور مجھ سے ارشاد فرمایا عقبہ تم بھی یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اللہ کی پناہ لو۔ کسی پناہ لینے والے نے ان کے مثل پناہ نہیں لی یعنی پناہ لینے کے لئے کوئی دعا ایسی نہیں ہے جو ان دونوں سورتوں کے مثل ہو اس خصوصیت میں یہ بے مثل اور بے مثال ہیں۔ (کنز العمال)

عن عبد اللّٰہ بن خبیب قال قال رسول اللّٰہ ﷺ قل ھو اللّٰہ احد والمعوذتین حین تمسی وحین تصبح ثلاث مرات تکفیك من كل شیء

(کنز العمال۔ ۲۶۷۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن خبیبؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **قل ھو اللّٰہ احد** اور معوذتین صبح اور شام تین تین مرتبہ پڑھ لینا یہ تیرے لئے ہر چیز سے کافی ہو جائے گا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا معمول تھا کہ ہر رات جب آرام کرنے کے لئے بستر پر تشریف لاتے تو دونوں ہاتھوں کو ملاتے پھر **قل ھو**

اللّٰہ احد ،قل اعوذ برب الفلق ،قل اعوذ برب الناس پڑھ کر پھونکتے اور پھر اپنے جسم مبارک پر اپنے دونوں ہاتھ پھیرتے۔ پہلے سامنے کے حصے سے شروع فرماتے ،سرِ مبارک، چہرۂ مبارک پھر جہاں تک آپ کے ہاتھ جاسکتے تھے وہاں تک پھیرتے تھے۔ یہ عمل آپ تین دفع کرتے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ پر جب لبید بن عاصم نے جادو کیا تھا تو اس کے توڑ کے لئے اللہ نے یہ سورتیں نازل فرمائیں۔ (کنزالعمال)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآنی سورتوں کے فضائل پر یقین کرتے ہوئے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۴۰) مخصوص آیات کے فضائل

آیۃ الکرسی کے فضائل:

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ "اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ؟ قَالَ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ لِیَھْنِكَ الْعِلْمُ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (ان کی کنیت ابوالمنذر سے مخاطب کرتے ہوئے) ان سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوالمنذر! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے (مکرر) فرمایا اے ابوالمنذر! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے عرض کیا اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تو آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر مارا (گویا اس جواب پر شاباشی دی) اور فرمایا اے ابوالمنذر! تجھے یہ علم موافق آئے اور مبارک ہو۔

آیۃ الکرسی کے فضائل کا خلاصہ:

آیۃ الکرسی سورۂ بقرہ کی سردار آیت ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کو عرشِ عظیم کے خزانہ سے دی گئی ہے۔ یہ سب سے عظمت والی اور افضل ترین آیت ہے۔ ہر نماز کے بعد جو بھی پڑھے گا اس کو جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی سوائے موت کے اور اس کی روح کو براہ راست اللہ تعالیٰ ہی قبض کریں گے اور دوسری نماز تک یہ اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ اس کا پڑھنا شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کے دن اس کی ایک زبان ہوگی اور دو ہونٹ ہونگے اور پایۂ عرش کے پاس خدا کی پاکی بیان کررہی ہوگی۔ (کنزالعمال)

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں:

عَنْ اَیْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْکِلَاعِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ سُوْرَۃِ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ؟ قَالَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحد قَالَ فَاَیُّ اٰیَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ؟ قَالَ اٰیَۃُ الْکُرْسِیُّ "اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" قَالَ فَاَیُّ اٰیَۃٍ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ تُحِبُّ اَنْ تُصِیْبَکَ وَاُمَّتَکَ؟ قَالَ خَاتِمَۃُ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَاِنَّھَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ تَحْتِ عَرْشِہٖ اَعْطَاھَا ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ لَمْ تَتْرُکْ خَیْرًا مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَشْتَمَلَتْ عَلَیْہِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت ایفع بن عبدالکلاعی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ

سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! قرآن کی کونسی سورت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ''۔ اس نے عرض کیا: اور آیتوں میں قرآن کی کونسی آیت زیادہ عظمت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آیۃ الکرسی ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ''۔ اس نے عرض کیا: اور قرآن کی کونسی آیت ہے جس کے بارے میں آپ کی خاص طور سے خواہش ہے کہ اس کا فائدہ اور اس کی برکات آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورہ تک) پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ان خاص الخاص خزانوں میں سے ہیں جو اس کے عرشِ عظیم کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ رحمت اس امت کو عطا فرمائی ہیں، یہ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور ہر خیر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کے فضائل کا خلاصہ:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل کتاب لکھی، جو اس کے عرش کے پاس ہے اور عرش کے خزانے سے مجھے یہ دو آیتیں دی گئی ہیں۔ کسی اور نبی کو یہ آیتیں نہیں دی گئی ہیں۔ تم خود بھی ان کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ وہ درود، قرآن اور دعا سب کچھ ہے۔ انہی آیات پر سورۂ بقرہ کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ دو آیات کسی گھر میں نہیں پڑھی جاتیں مگر شیطان تین رات تک اس کے گھر کے قریب نہیں پھٹک سکتا۔ یہ دو آیتیں شفاء

عطا کرنے والی ہیں اور اللہ کو بہت محبوب ہیں۔جس نے رات میں دو آیتیں پڑھیں یہ اس کے لئے نفل نماز کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ (کنز العمال)

سورۂ آل عمران کی آخری آیات کے فضائل:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَءَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِیْ لَیْلَۃٍ کُتِبَ لَہٗ قِیَامُ لَیْلَۃٍ (دارمی)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص کسی رات کو آل عمران کی آخری آیات پڑھے گا اس کے لئے پوری رات کی نماز کا ثواب لکھا جائے گا۔

''آخر آل عمران'' سے مراد ''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض '' سے ختم سورت تک کی آیات ہیں۔صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو سب سے پہلے (وضو کرنے سے بھی پہلے) یہی آیات پڑھتے تھے۔

آل عمران کا یہ آخری رکوع بھی سورۂ بقرہ کے آخری رکوع کی طرح نہایت جامع دعا پر مشتمل ہے اور غالباً اس رکوع کی خاص فضیلت کا راز اِن دعائیہ آیات ہی میں مضمر ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے اس شخص پر کہ جس نے یہ آیت ''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ '' آخر تک پڑھی اور اس پر غور و فکر نہیں کیا۔

آیت ''شَہِدَ اللہ'' (آل عمران۔۱۸،۱۹) کی فضیلت:

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ من قرا شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ والوا العلم الی۔۔۔۔ عند اللّٰہ الاسلام ثم قال: وانا اشھد بما شھد اللّٰہ بہ واستودع اللّٰہ ھذہ الشھادۃ وھی لی عند اللّٰہ ودیعۃ جیء بہ یوم القیامۃ فقیل عبدی ھذا عھد الی عھدا وانا احق من اوفی بالعھد ادخلوا عبدی الجنۃ (کنز العمال۔۵۷۵۲)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے آل عمران کی آیات ''**شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔۔۔۔۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ**'' (اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ بجز اس کے کوئی معبود نہیں ہے اس کی شان یہ ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ کارخانۂ عالم کا انتظام کرنے والا ہے اور فرشتوں نے بھی اسی کی شہادت دی اور اہلِ علم نے بھی اسی کا اقرار کیا اس زبردست اور حکمت والے کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں۔ یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے) پڑھی اور کہا کہ میں بھی شہادت دیتا ہوں جس کی شہادت اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اپنی شہادت اللہ کے یہاں بطورِ امانت رکھواتا ہوں۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اس بندے کو لایا جائے گا جس نے یہ آیات پڑھی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس بندے نے میرے پاس ایک امانت رکھوائی تھی اور میں سب سے زیادہ عہد کے وفا کرنے کا حق دار ہوں، پس میرے

بندے کو جنت میں داخل کر دو۔

سورۂ حشر کی آخری آیات کی فضیلت:

عن ابی امامة قال قال رسول اللهﷺ من قرا خواتیم الحشر من لیل او نهار فقبض فی ذلك الیوم او اللیلة فقد اوجب الجنة (کنز العمال۔۲۶۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورۂ حشر کی آیات دن یا رات کے کسی پہر پڑھ لیں اور اسی دن یا رات اس کا انتقال ہو گیا تو اس نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔

عن ابی امامة قال قال رسول اللهﷺ من قرا آخر سورة الحشر (لو انزلنا هذا القرآن علی جبل) الی آخرها فمات من لیلة مات شهیدا

(کنز العمال۔۲۷۰۳)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورۂ حشر کا اخیر حصہ "**لو انزلنا هذا القرآن علی جبل**" آخر تک پڑھا پھر اسی رات اس کا انتقال ہو گیا تو شہادت کی موت مرا۔

آیات اور ان کا ترجمہ ذیل میں دیا جا رہا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ٥ (الحشر۔۲۴-۲۱)

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اس پہاڑ کو دیکھتا کہ وہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور ہم اس لئے ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ فکر و تامل سے کام لیں۔ وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے، وہ بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ بادشاہ ہے پاک ذات ہے، بے عیب ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، کمالِ قوت کا مالک ہے، نہایت زبردست ہے بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہی اللہ ہے ہر چیز کا خالق ہے، ایجاد و اختراع کرنے والا ہے، صورت بنانے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے لئے خاص ہیں۔ جو مخلوقات آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اس کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہ کمالِ قوت اور کمالِ حکمت کا مالک ہے۔

سورتوں اور آیات کے فضائل:

اس سے پہلے یہ بات آپ کے علم میں لائی گئی ہے کہ فضائل کی بعض احادیث ضعیف ضرور ہیں، مگر اکثر صحیح اور حسن درجہ کی احادیث ہیں۔ ضعیف احادیث متعدد

طرق سے آتی ہیں تو حسن اور صحیح کے درجے کو پہنچ جاتی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ سورتوں اور آیات کے متعلق فضائل کی جو احادیث آئی ہیں ان میں غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ وہ یا تو اللہ تعالیٰ کے تعلق سے صحیح اور جامع تصور اور عقیدہ پیش کرنے والی ہیں یا احکام کی جامع ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یقین کرنے اور فضائل سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سید محمود قادری کی تالیفات

۱) توفیقِ ایزدی:

خودنوشت سوانح حیات جس میں انہوں نے پہلے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کن علماء سے دینی تعلیم حاصل کی پھر حق کی یافت اور مردانِ حق کی شناخت کے بعد یہاں کے گمراہ عقائد کا کس طرح رد کیا ہے، بڑی دلچسپ اور قابلِ مطالعہ داستاں ہے۔

۲) چالیس اصلاحی مقالات:

گذشتہ دس سالوں کے دوران اہم مضامین پر جو پمفلٹ آپ نے لکھے یہ ان کا مجموعہ ہے۔ اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع کے متعلق معلومات کو اس طرح ترتیب دیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ دین کی حقیقت سے واقف ہونے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

۳) مجالس معرفت (جلد اوّل و دوُم و سوُم و چہارم):

''**خانقاہِ قادریہ**'' میں گذشتہ پندرہ سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان کے بیانات کا مجموعہ ہے۔ دین اور سلوک کے متعلق چشم کشا معلومات سے لبریز ہیں۔

۴) ایمان اور کفر:

بمقام خانقاہِ قادریہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر جو دروسِ قرآن ہوئے ان کا موضوع ایمان اور کفر تھا، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵) الاربعینات:

گذشتہ چالیس سال سے آپ کا درسِ حدیث روزانہ بعد نمازِ مغرب جامعہ مسجد میں ہو رہا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اخلاصِ نیت کی چالیس احادیث، داخلۂ جنت کی چالیس احادیث اور داخلۂ جہنم کی چالیس احادیث جمع کی ہیں۔

۶) خطباتِ قادریہ (جلد اوّل ودوُم وسوُم):

گذشتہ پینتالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہورہے ہیں۔خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ ہر جلد چالیس بیانات کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔ائمۂ مساجد کے لئے جمعہ کے خطبے سے پہلے بیان کرنے کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

۷) ہدایت اور گمراہی:

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں بعد عصر روزانہ جو مجالس **"خانقاہِ قادریہ"** میں ہوئیں ان کا موضوع ہدایت اور گمراہی تھا، اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔

۸) مکتوباتِ اکابر:

ڈاکٹر صاحب کی زمانۂ طالبِ علمی سے اب تک اکابر علماء سے مختلف مسائل میں جو مراسلت رہی ہزاروں خطوط پر مشتمل ہے، ان میں سے وہ خطوط جو سب کے لئے نفع مند ہو سکتے ہیں شائع کئے جا رہے ہیں۔

۹) قرآنِ کریم میں جہاد وقتال کی آیات:

شرح مشکوٰۃ "توضیحات" (مولفہ حضرت مولانا فضل محمد صاحب دامت برکاتہم) میں ہے کہ قرآنِ کریم میں کسی عمل کے تعلق سے سب سے زیادہ آیات ہیں تو جہاد وقتال کے تعلق سے ہیں۔ ناچیز نے تمام قرآنی آیات کو جمع کر کے مستند ترجمہ اور متفق علیہ تفسیر لکھ دی ہے۔

۱۰) ملفوظاتِ رمضان ۱۴۴۱ھ:

رمضان المبارک میں نمازِ عصر کے بعد خانقاہِ قادریہ میں جو مجالس ہوئیں ان کا موضوع قرآنِ حکیم تھا۔ چالیس ابواب میں فہمِ قرآن کے تعلق سے اہم اصول بیان کئے گئے ہیں۔

مولف کتاب ڈاکٹر سید محمود قادری کا مختصر تعارف

وظیفہ یاب گورنمنٹ میڈیکل آفیسر وطن: ضلع وجئے پور، ریاست کرناٹک

سلسلۂ نسب ۲۲ پشتوں پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا کر ملتا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں عربی زبان سیکھ کر قرآن وحدیث کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو گئے تھے اور اسی زمانے میں دارالقرأت والدّینیات الکلیمیہ حیدر آباد سے تجوید کی سند حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے اکابر علماء سے خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تعلق رہا۔

طب (یم۔بی۔بی۔ایس) کی تکمیل کے بعد حفظ قرآن بھی کیا۔ شہر بیجا پور میں گذشتہ ۴۰ سال سے آپ کے خطبات اور قرآن وحدیث کے دروس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ حق کی یافت اور مردان حق کی شناخت کے بعد احقاق حق اور ابطال باطل کا بے مثال فریضہ انجام دیا اور تا حال انجام دے رہے ہیں۔

۲۰۰۵ء میں حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے خلافت واجازت سے سرفراز ہونے کے بعد ''خانقاہِ قادریہ'' قائم کی، جہاں پابندی سے مجالس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ روزانہ ۱۰، ۱۲ گھنٹے دینی کتب کا مطالعہ ہے اور ۱۹۸۹ء سے (جب آپ کا تبادلہ گلبرگہ سے بیجا پور ہوا) ہر تین روز میں ایک ختم قرآن آپ کا معمول ہے۔ روزانہ چار مساجد میں آپ کے درس قرآن اور درس حدیث بھی پابندی سے ہو رہے ہیں۔ یہاں کے ہر خاص وعام کے لئے آپ کا وجود مسعود حجة اللّٰه فی الارض (زمین پر اللہ کی حجت) ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ماخوذ: از توفیقِ ایزدی)

جاری کردہ:

خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی جامع مسجد وجئے پور (کرناٹک)